ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

ستمبر 2022ء - صفر المظفر 1444ھ (جلد 20 شمارہ 02)

جلد 20 شمارہ 02

ستمبر 2022ء - صفر المظفر 1444ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس
مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود

فی شمارہ..................35روپے
سالانہ.................400روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچٹرا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email:idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

	صفحہ
آئینۂ احوال........سیلاب کی تباہ کاریاں،اورنجات کا راستہ..........مفتی محمد رضوان	3
درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط30)....اقوامِ سابقہ کی طرح تفرقہ واختلاف کی ممانعت.// //	8
درسِ حدیث .... برزخ وقبر کی حیات،اورجسم وروح کا تعلق (قسط11)...// //	17
مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ	
غرور وتکبر کس بات کا؟...مولانا شعیب احمد	21
علم کے مینار:..........امت کے علماء وفقہاء (قسط19).......مفتی غلام بلال	23
تذکرۂ اولیاء: ....کیا عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر جلایا؟...مولانا محمد ریحان	27
پیارے بچو!...................مصیبت میں دوسروں کے کام آنا.............// //	31
بزمِ خواتین ....امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (چھٹا حصہ)...مفتی طلحہ مدثر	33
آپ کے دینی مسائل کا حل...''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط19)...ادارہ	42
کیاآپ جانتے ہیں؟... تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی تحقیق (قسط2)....مفتی محمد رضوان	54
عبرت کدہ ....بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کی تلقین...مولانا طارق محمود	62
طب وصحت...............گائے اور بھینس کا گوشت...........حکیم مفتی محمد ناصر	65
اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز..........................// //	67

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

سیلاب کی تباہ کاریاں، اور نجات کا راستہ

پاکستان کے بڑے حصہ میں اس وقت غیر معمولی بارشیں جاری ہیں، جہاں بارشوں کے مختلف ریکارڈ ٹوٹ رہے ہیں، اور دنیا کے کچھ حصوں، جیسا کہ یورپ، مڈل ایسٹ، سنٹرل ایشیا میں گرمی کے کئی ریکارڈ ٹوٹ رہے ہیں۔

دنیا بھر میں غیر معمولی موسمی تبدیلی خطرہ بن کر سامنے کھڑی ہے، اور ہمارے یہاں کی موجودہ صورتِ حال زیادہ ہی گھمبیر دکھائی دیتی ہے، ہمارے یہاں جو علاقے سالہا سال سے خشک سالی کی لپیٹ میں تھے، وہ اس وقت پانی سے جل تھل ہیں۔

پاکستان میں 2022ء کا برساتی موسم ''یعنی مون سون'' غیر معمولی طویل اور متاثر کن ثابت ہوا، جس کے نتیجہ میں ملک کے طول وعرض میں سیلابی کیفیت پیدا ہوئی۔

اس صورتِ حال سے کاشت کار، کاروباری طبقہ، تاجر اور دوکاندار سب ہی متاثر ہوئے، جن کے مال مویشیوں، فصلوں، باغوں، گھروں، مارکیٹوں، دکانوں وغیرہ میں ہر جگہ ہی پانی داخل ہو کر، مالی وجانی نقصان ہوا۔

ملک کے شمال میں گلگت، بلتستان سے لے کر جنوب میں کراچی تک انسانی جانوں، مال مویشی کی ہلاکتوں اور مالی تباہی کا سلسلہ ابھی تک رکا نہیں، نہ ہی اب تک ہونے والے جانی ومالی نقصان کا صحیح تخمینہ لگایا جاسکا۔

پاکستان کے وفاقی ادارے نیشنل ڈیزاسٹر مینیجمنٹ اتھارٹی (این ڈی ایم اے) کی جانب سے وسطِ جون سے اب تک کے مجموعی اعداد وشمار کے مطابق دو ماہ کے دوران ہزاروں اموات ہو چکی ہیں اور ملک کے سینکڑوں اضلاع متاثر ہوئے ہیں۔

موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے جن علاقوں میں پہلے کم بارش ہوتی تھی، اس مرتبہ وہاں غیر معمولی بارش

www.idaraghufran.org

ہو رہی ہے، جس سے متاثر ہونے کا وہاں کے مکینوں کو پہلے سے اندازہ، اور گمان بھی نہ تھا۔

این ڈی ایم اے کے چودہ جون سے اب تک جولائی کے دوسرے عشرہ کے لگ بھگ تک کے نقصانات کے اعداد وشمار کے مطابق بارشوں کی کثرت اور سیلاب سے بلوچستان کا صوبہ سب سے زیادہ متاثر ہوا، جہاں ستائیس کے قریب اضلاع اور ساڑھے تین لاکھ سے زائد افراد، سیلاب سے متاثر ہوئے ،اس صوبہ میں اب تک دوسو کے قریب اموات ہو چکی ہیں، دو ہزار سے زائد مکانات، ہزاروں کلو میٹر طویل شاہراہیں، بیسیوں پل اور ایک لاکھ سے زیادہ مویشی متاثر ہوئے۔

خیبر پختونخوا صوبہ میں دس کے قریب اضلاع سیلاب سے متاثر ہوئے، جہاں اب تک کئی سیلابی ریلے آچکے ہیں، اس صوبے میں بچوں سمیت سینکڑوں اموات ہو چکی ہیں، جبکہ زخمی ہونے والے افراد کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہے، مجموعی طور پر پچاس ہزار افراد کے قریب متاثر ہوئے، کئی سڑکیں اور پل بھی متاثر ہوئے، جبکہ کئی ہزار گھر جزوی، یا مکمل طور پر تباہ ہوئے۔

صوبہ سندھ میں بیس کے قریب اضلاع متاثر ہوئے، بچوں سمیت سینکڑوں اموات ہوئیں، کئی سو افراد زخمی ہوئے، ساڑھے پانچ لاکھ افراد اور تیس ہزار سے زائد مکانات منہدم، یا متاثر ہوئے، اور دو ہزار کلو میٹر طویل سڑکیں، اور پچاسوں پل متاثر ہوئے۔

صوبہ پنجاب کے کئی اضلاع میں سینکڑوں اموات ہوئیں، ایک لاکھ سے زائد افراد زخمی ہوئے، بارہ ہزار سے زیادہ مکانات، بیسیوں کلو میٹر طویل سڑکیں متاثر ہوئیں، جبکہ دسیوں پلوں کو نقصان پہنچا۔

اس کے علاوہ گلگت بلتستان اور پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر میں بھی متعدد اموات ہوئیں، جہاں متعدد اضلاع میں تقریباً دس ہزار افراد، اور ہزاروں مکانات کو نقصان پہنچا۔

اور ملک بھر کے کئی علاقوں میں ابھی تک جانی اور مالی نقصانات کا سلسلہ تھما نہیں۔

ماہرینِ موسمیات وماحولیات کے مطابق پاکستان اس وقت بدترین حالات سے گزر رہا ہے۔

اس صورتِ حال میں ہمارے اپنے کردار واعمال کا بہت بڑا دخل ہے۔

اس وقت ملک میں شاید ہی کوئی ایک ایسا شہر اور علاقہ ہو، جہاں پر نکاسی آب کے راستوں اور نالوں کو بند، یا ان پر قبضہ نہ کیا گیا ہو، ہر شہر اور علاقے میں بے ہنگم تعمیرات قائم نہ کی گئی ہوں، جہاں

انسانوں اور گاڑیوں کے گزرنے کے راستوں کا خیال نہیں رکھا جاتا، ان کو بھی بند، یا تنگ کر دیا جاتا ہے، وہاں پانی کے راستوں کا خیال کون رکھ سکتا ہے؟

ہمارے ملک کی موجودہ صورتِ حال، قیمتی جانوں کے لیے تو نقصان دہ ہے ہی، معاشی طور پر بھی اس ملک کے لئے تباہی کا باعث ہے، جو پہلے سے ہی معاشی طور پر شدید بدحالی کا شکار ہے۔

اس صورتِ حال میں جہاں ایک طرف سیلاب سے متاثرین کی ''دامے، درمے، سخنے'' مدد اور تعاون کی ضرورت ہے، اسی کے ساتھ سب سے پہلا اہم اور بنیادی عمل، پوری قوم کے لیے یہ ہے کہ فوری طور پر اللہ کے حضور، توبہ واستغفار کے ذریعہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کی جائے، اور اپنے آپ کو بداعمالیوں کی دلدَل سے نکالا جائے۔

جس طرح پانی، ہر چیز کی حیات ہے، اسی طرح زمین کی بھی حیات وزندگی ہے، اس کے بغیر، زمین بھی مُردہ ہے، اور ہر جاندار مُردہ ہے۔

لیکن اللہ کی ناراضگی اور گناہوں کی وجہ سے بعض اوقات یہی پانی باعثِ وبال بن بن جاتا ہے، اسی پانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے، نوح علیہ السلام کے زمانے میں، اپنے مخصوص فرمانبردار بندوں کو چھوڑ کر تمام انسانوں کو ہلاک فرمادیا تھا۔

حضرت ھود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس طرح نصیحت فرمائی تھی کہ:

وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ (سورة هود، الآية ٥٢)

ترجمہ: اور اے میری قوم! استغفار کرو تم، اپنے رب سے، پھر توبہ کرو تم اس کی طرف، بھیجے گا وہ آسمان کو، تمہارے اوپر، کثرت کے ساتھ، اور زیادہ کردے گا وہ، تمہیں قوت کے اعتبار سے، تمہاری قوت کی طرف، اور نہ پیٹھ پھیرو تم، مجرم بنتے ہوئے (سورہ ھود)

اس سے معلوم ہوا کہ توبہ واستغفار کی وجہ سے ایک تو بکثرت رحمت وبرکت والی بارش نازل ہوتی ہے، جو ہلاکت وتباہی اور نقصان کے بجائے، مختلف قسم کے فوائد وثمرات کا باعث بنتی ہے۔

دوسرے، موجودہ قوت میں مزید قوت کے اضافہ کا ذریعہ ہوتی ہے، خواہ وہ قوت معاشی ہو، یا

دوسری، جس میں اجتماعی وانفرادی نوعیت کی تمام قوتیں داخل ہیں، اور توبہ واستغفار سے روگردانی، اللہ کی نظر میں ''مجرم'' بناتی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهَارًا (سورۃ نوح، رقم الآیات ۱۰ الیٰ ۱۲)

ترجمہ: مغفرت طلب کرو تم، اپنے رب سے، بلاشبہ ہے وہ بہت مغفرت کرنے والا، بھیجے گا وہ آسمان کو، تم پر کثرت سے، اور مدد کرے گا وہ تمہاری، اموال کے ذریعے، اور اولاد کے ذریعے، اور کردے گا وہ تمہارے لیے باغات کو، اور کردے گا وہ تمہارے لیے نہروں کو (سورہ نوح)

قرآن مجید کی ان واضح آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ سے استغفار اور توبہ کرنے کا ایک عظیم فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے ''اللہ'' گناہ معاف فرماتا ہے، اور آخرت کے عذاب سے حفاظت ہوتی ہے۔

دوسرے دنیا میں ''اللہ'' رحمت وبرکت والی بارش وقتاً فوقتاً نازل فرماتا ہے، جو سیلاب، اور اس کی تباہ کاریوں سے پاک ہوتی ہے۔

تیسرے ''اللہ'' مختلف قسم کے اموال سے مدد فرماتا ہے، اور ''اموال'' کے مفہوم میں ہر قسم کی معاشی قوت شامل ہے، جس میں مویشی، روپیہ، پیسہ، جائیداد وغیرہ سب کچھ داخل ہے۔

چوتھے ''اللہ'' اولاد سے مدد فرماتا ہے، جو ہر شخص کی افرادی قوت ہے ''بنین'' کے مفہوم میں کامیاب اولاد، اور بالخصوص نرینہ اولاد کا عطاء فرمانا، اور اولاد کو فرمانبردار بنانا، سب کچھ داخل ہے۔

پانچویں ''اللہ'' باغات عطاء فرماتا ہے ''جنات'' کے مفہوم میں عام باغوں، درختوں، پھلوں، اور پھولوں کے علاوہ، مختلف قسم کی فصلیں، اور سبزیاں سب داخل ہیں۔

پانچویں مختلف نہریں عطاء فرماتا ہے ''انہار'' کے مفہوم میں دریاؤں، ندی، نالوں، چشموں، کنوؤں اور بورنگوں، بلکہ ڈیموں کے ذریعے مفید اور نفع بخش وافر مقدار میں پانی کا حاصل ہونا بھی داخل ہے، جس کی ہمارے یہاں بہت زیادہ کمی ہے، اور اس کی وجہ سے بجلی کی قلت اور ''لوڈ

شیڈنگ'' کا بھی سامنا ہے۔

جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ استغفار اور توبہ کو ترک کرنے کے نتیجہ میں اللہ کے نزدیک ''مجرم'' ہونا، اور مذکورہ نعمتوں سے محرومی مقدر بنتی ہے، جو کہ اس میں مقدر بنی ہوئی ہے۔

اور توبہ واستغفار کرنے کے مذکورہ بالا فوائد وثمرات، جس طرح بارش کی کثرت، اور سیلاب سے ہونے والی تباہ کاری کے بعد بھی حاصل ہوتے ہیں، اور اس سے پہلے بھی حاصل ہوتے ہیں۔

ہمارے یہاں ایک سنگین گناہ، جو ہر شعبہ میں عام ہے، اور وہ اس طرح کے وبال کا باعث ہے، وہ ''تطفیف'' کا گناہ ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا سورہ مطففین میں ارشاد ہے کہ:

''وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِيْنَ'' یعنی ''ہلاکت ہے، مطففین کے لیے''

''مطفف'' ناپ تول اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں کمی کرنے والے کو کہا جاتا ہے، ناپ تول اور ہر چیز کے معیار میں کمی کا گناہ، ہمارے یہاں عام ہے، خواہ انفرادی معاملات ہوں، یا اجتماعی، اور سرکاری وعوامی سطح پر، ہر جگہ اور ہر شعبہ میں دو نمبری، ملاوٹ اور کرپشن وغیرہ کا ناسور پھیل گیا ہے، اور ہر دوسرا شخص ''مطفف'' بن چکا ہے، اور یہ گناہ دنیا وآخرت میں وبال کا باعث ہے۔

مگر افسوس کہ آج موجودہ سیلاب کے متعلق، میڈیا پر، اور نجی مجلسوں میں ہمہ وقت، ہر طرح کے تبصرے اور تجزیے جاری ہیں، لیکن مذکورہ آیات میں اللہ کی طرف سے جو اس وباء کا اجتماعی وانفرادی اور آسان ترین حل بتلایا گیا ہے، جس کو ہر امیر وغریب، اور ہر شہری ودیہاتی، کسی مشقت وتکلیف کے بغیر، ہمہ وقت انجام دے سکتا ہے، اس سے غفلت اختیار کی جارہی ہے، اور مختلف قسم کے گناہ، جو اس وبال کا بنیادی اور اصلی سبب ہیں، ان کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی جارہی، بلکہ اس کا کہیں سے کہیں تک ذکر بھی سننے اور پڑھنے کو نہیں ملتا۔

ایسی حالت میں موجودہ وبال، اور اس کے نتیجہ میں، اللہ کی طرف سے پیش آنے والے نقصان سے حفاظت کا انتظام، نہ حکومت کے ہاتھ میں ہے، نہ عوام کے، اللہ کے مقابلہ میں کسی کی طاقت نہیں، جو اس کی تلافی کر سکے، اور اللہ کی طرف سے ''تلافی'' کا طریقہ ''گناہوں سے معافی وپاکی'' ہے، جس کا پیچھے ذکر کیا جاچکا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط30،آیت نمبر105) مفتی محمد رضوان

اقوامِ سابقہ کی طرح تفرقہ واختلاف کی ممانعت

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَأُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورة آل عمران،رقم الآية 105)

ترجمہ: اور مت ہوجاؤ تم ان لوگوں کی طرح، جنھوں نے تفرقہ بازی کی، اور اختلاف کیا، بعد اس کے کہ آ چکیں، ان کے پاس واضح دلیلیں، یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے عذابِ عظیم ہے(105)(سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

تفرُّق سے بچنے کا حکم سورہ آل عمران کی آیت نمبر103 میں گزر چکا ہے، جہاں اللہ کی رسی کو جمع ہوکر مضبوطی سے پکڑنے، اور تفرُّق سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر اس کے بعد، خیر کی دعوت دینے، اور''امر بالمعروف، ونہی عن المنکر'' کا حکم دیا گیا، جس میں اللہ کی رسی کو جمع ہوکر مضبوطی سے پکڑنے، اور تفرُّق سے بچنے کا حکم بھی شامل ہے، اور اللہ کی رسی، جس سے مرد''قرآن مجید'' ہے، وہی معروفات ومنکرات کی پہچان کا بنیادی مرکز ہے، اور اس میں''امر بالمعروف، ونہی عن المنکر'' کے بنیادی اصولوں کا بھی ذکر ہے۔

پھر اب مذکورہ آیت میں اسی اللہ کی رسی کو جمع ہوکر مضبوطی سے پکڑنے، اور تفرُّق سے بچنے کے حکم کی تکمیل وتوضیح خاص انداز میں بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ:

''اور مت ہوجاؤ تم ان لوگوں کی طرح، جنھوں نے تفرقہ بازی کی، اور اختلاف کیا، بعد اس کے کہ آ چکیں، ان کے پاس واضح دلیلیں، یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے عذابِ عظیم ہے''

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اس طرح ہوجانا''عذابِ عظیم'' کا باعث ہے، جس طرح پہلی امتوں نے کیا کہ واضح دلائل آنے کے بعد آپس میں تفرقہ، اور اختلاف پیدا کیا۔

یعنی پہلے باہمی عداوت قائم کی، اور پھر دین میں اختلاف کیا، یا پہلے تاویلاتِ فاسدہ کے ذریعہ تفریق پیدا کی، اور پھر ہرایک اپنے قول اور مذہب کی نصرت وحمایت میں اختلاف کرنے لگا، یا یہ کہ پہلے اپنے اپنے گروہ، الگ الگ علاقوں میں قائم کر کے تفریق پیدا کرلی، پھر اپنے آپ کے حق پر، اور دوسرے کے باطل پر ہونے کا دعویٰ کر کے، دوسرے کے ساتھ اختلاف وقتال شروع کردیا، یہ سب صورتیں تفرقہ واختلاف پیدا کرنے میں داخل ہیں۔

احادیث وروایات میں اس تفرقہ، واختلاف کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہود ونصاریٰ کے اکہتّر، یا بہتّر فرقے ہوگئے تھے، اور اس امت میں تہتر فرقے ہوجائیں گے، جن میں سے ایک حق پر ہوگا، جس کی پہچان یہ ہے کہ وہ سنت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت، یعنی صحابہ کے طریقہ پر ہوگا، اور اس کا مصداق ہر زمانے میں ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کا گروہ ہے، جس سے ھواء پرست، اور اہلِ بدعت کے تمام فرقے خارج ہیں، خواہ خارجی ہوں، یا رافضی ہوں، یا کوئی دوسرے ہوں۔

اور ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کے فروعی واجتہادی اختلافات، اس سے خارج ہیں، جب تک ان کو اپنے درجہ پر رکھا جائے، اور ان میں حدود اور اعتدال سے تجاوز نہ کیا جائے۔

جس کے بعد اس مسئلہ میں کوئی ابہام واشکال باقی نہیں رہتا۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، فَهَلَكَتْ سَبْعُونَ فِرْقَةً، وَخَلَصَتْ فِرْقَةٌ وَاحِدَةٌ، وَإِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلٰى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، تَهْلِكُ إِحْدَى وَسَبْعُونَ فِرْقَةً، وَتَخْلُصُ فِرْقَةٌ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَنْ تِلْكَ الْفِرْقَةُ؟ قَالَ: الْجَمَاعَةُ الْجَمَاعَةُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۴۷۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اکہتّر فرقے بن گئے تھے، جن میں سے ستّر فرقے ہلاک ہوئے، اور ایک فرقہ نے نجات پائی، اور میری امت کے بہتّر فرقے بن جائیں گے، جن میں سے اکہتّر فرقے ہلاک ہوجائیں گے، اور ایک فرقہ نجات پائے گا، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ نجات پانے

www.idaraghufran.org

والا فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ اَلْجَمَاعَة ہے، وہ اَلْجَمَاعَة ہے'' (مسند احمد)

اَلْجَمَاعَة کا سب سے پہلا مصداق، اس امت میں صحابۂ کرام کی جماعت ہے، اس کے پیروکاروں کا بھی یہی حکم ہے، جس کا ذکر بعض دوسری روایات میں آیا ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَفْتَرِقُ هَذِهِ الْأُمَّةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَا تِلْكَ الْفِرْقَةُ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِيْ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۴۸۸۶، ورقم الحديث ۷۸۴۰، المعجم الصغير للطبرانی، رقم الحديث ۷۲۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امت تہتّر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، سب فرقے جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقہ کے، صحابہ نے عرض کیا کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس طریقہ پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں (طبرانی)

''آج کے دن'' کی قید سے اس طرف اشارہ ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ، جو اپنی نسبت میری طرف کریں گے، لیکن وہ آج کے دن کے طور وطریقوں سے اختلاف کریں گے، ان کا اعتبار نہ ہوگا، جیسا کہ خوارج اور روافض کا یہ دعویٰ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلٰى بني إسرائيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ (ترمذی، رقم الحديث ۲۶۴۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ضرور وہ حالات پیش

آئیں گے، جو بنی اسرائیل پر پیش آئے تھے، جیسے جوتوں کے ایک جوڑے میں ایک جوتے کی دوسرے جوتے کے ساتھ مماثلت ہوتی ہے، یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے کھلے عام بدکاری کی ہوگی، تو میری امت میں بھی کوئی شخص یہ حرکت کرے گا، اور بنی اسرائیل کے بہتّر (72) فرقے ہوگئے تھے، اور میری امت کے تہتّر (73) فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقہ کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک (نجات پانے والا) فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرقہ کہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترمذی)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ یہود ونصاریٰ میں، جو فرقے پیدا ہوئے تھے، وہ ھواء پرستی اور بدعت کی بنیاد پر پیدا ہوئے تھے، اور اس امت میں بھی یہ سلسلہ جاری ہوگا، اور ھواء پرست اور اہلِ بدعت کے مقابلہ، میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کا فرقہ کامیاب اور نجات یافتہ ہوگا۔

تاہم جمہور کے نزدیک اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علاوہ باقی فرقے، دنیا کے ظاہری احکام کے اعتبار سے مسلمانوں کے فرقوں میں داخل ہوں گے، اگرچہ کوئی آخرت میں، عنداللہ، کافروں کے زمرہ میں کیوں نہ شامل ہوجائے۔

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیت میں ''تفرقوا واختلفوا'' سے اسی طرح کی ھواء پرستی وبدعت کی بنیاد پر تفرقہ بازی واختلاف مراد ہے۔

جس کی تائید بعض دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے، جن میں خوارج کا ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ حماد بن زید سے روایت ہے کہ:

ثنا أَبُو غَالِبٍ، قَالَ : كُنْتُ بِالشَّامِ، فَبَعَثَ الْمُهَلَّبُ سَبْعِينَ رَأْسًا مِنَ الْخَوَارِجِ، فَنُصِبُوا عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ، وَكُنْتُ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ لِي، فَمَرَّ أَبُو أُمَامَةَ يُرِيدُ الْمَسْجِدَ، فَلَمَّا وَقَفَ عَلَيْهِمْ دَمِعَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ :سُبْحَانَ اللّٰهِ، مَا يَفْعَلُ الشَّيْطَانُ بِبَنِي آدَمَ -ثَلَاثًا -قَالَ :كِلَابُ جَهَنَّمَ شَرُّ قَتْلَى

تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ -ثَلَاثَ مَرَّاتٍ -ثُمَّ قَالَ :خَيْرُ قَتْلَى تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ مَنْ قَتَلُوهُ -ثَلَاثًا -ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ :يَا أَبَا غَالِبٍ، إِنَّكَ بِأَرْضٍ هَؤُلَاءِ بِهَا كَثِيرٌ، فَأَعَاذَكَ اللّٰهُ مِنْهُمْ .هَلْ تَقْرَأُ السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا آلُ عِمْرَانَ؟ قُلْتُ :بَلٰى، إِنِّي رَأَيْتُكَ دَمِعَتْ عَيْنَاكَ .قَالَ :بَكَيْتُ رَحْمَةً لَهُمْ، كَانُوا مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَتَلَا:"هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ" إِلَى أَنْ بَلَغَ:"ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ"وَإِنَّ هَؤُلَاءِ كَانَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ، فَزِيغَ بِهِمْ، ثُمَّ تَلَا:"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا"إِلٰى أَنْ بَلَغَ :"أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ"قُلْتُ :هَؤُلَاءِ يَا أَبَا أُمَامَةَ؟ قَالَ :نَعَمْ .قُلْتُ :يَا أَبَا أُمَامَةَ مِنْ قِبَلِ رَأْيِكَ تَقُولُ، أَمْ شَيْئًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ :إِنِّي لَجَرِيءٌ -ثَلَاثًا -بَلْ شَيْءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّةً، وَلَا مَرَّتَيْنِ حَتَّى بَلَغَ سِتَّةً.ثُمَّ قَالَ:إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً – أَوْ قَالَ: اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً – وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ سَتَزِيدُ عَلَيْهِمْ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ "قُلْتُ: يَا أَبَا أُمَامَةَ أَلَا تَرَاهُمْ مَا يَعْمَلُونَ؟ قَالَ: عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا، وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ إِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا(المعجم الكبير،للطبرانی، رقم الحدیث ۸۰۳۵) [1]

ترجمہ: ہمیں ابو غالب نے حدیث بیان کی کہ میں شام کے علاقہ میں تھا، تو مُھلب نے (قتل شدہ خارجیوں کے) ستّر "سر" بھیجے، جنہیں مسجد کے دروازے پر نصب کر دیا گیا، اور میں اپنے گھر کی چھت پر تھا، اسی دوران ابو امامہ رضی اللہ عنہ مسجد میں جانے کے ارادہ سے گزرے، اور وہ جب ان کے پاس ٹھہرے، تو آپ کی آنکھوں سے آنسو

[1] قال الهيثمي:رواه الطبراني، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، رقم الحديث ١٠۴٣٦)
وقال ايضاً: فيه أبو غالب واسمه حزور ويقال نافع ويقال سعيد بن الحزور فيه كلام طويل ذكرته في مختصر السنن وغيره والغالب عليه التوثيق وقد صحح له الترمذي وغيره(مجمع الزوائد، رقم الحديث ۴١٠٩)

www.idaraghufran.org

آ گئے، اور فرمایا کہ سبحان اللہ! شیطان، بنی آدم کے ساتھ کیا کارروائی ڈالتا ہے، یہ بات تین مرتبہ فرمائی، اور فرمایا کہ یہ جہنم کے کتے ہیں، آسمان کے سایہ کے نیچے بدترین مقتولین ہیں، یہ بات بھی انہوں نے تین مرتبہ بیان فرمائی، پھر ابوامامہ نے فرمایا کہ ان کو قتل کرنے والے، آسمان کے سایہ کے نیچے بہترین قاتل ہیں، یہ بات بھی ابوامامہ نے تین مرتبہ بیان فرمائی، پھر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے ابوغالب! تم ان لوگوں کی زمین میں ہو، جہاں یہ لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں، اللہ آپ کی ان سے حفاظت فرمائے، کیا تم اس سورت کی قرائت کرتے ہو، جس میں آلِ عمران کا ذکر ہے (یعنی ''سورہ آلِ عمران'') میں نے عرض کیا کہ بے شک میں اس کی قرائت کرتا ہوں، میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان کے لیے رحم کی وجہ سے رو رہا ہوں، یہ اہلِ اسلام میں سے تھے (اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہی قتل ہوئے) پھر ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت تلاوت فرمائی ''هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ'' قرائت کرتے ہوئے ''ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ'' تک پہنچے، اور فرمایا کہ ان لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ پن ہے، پس یہ ٹیڑھ پن کی زد میں آ گئے، پھر ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا'' قرائت کرتے ہوئے ''أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ'' تک پہنچے، میں نے عرض کیا کہ اے ابوامامہ! وہ یہی لوگ (یعنی خوارج) ہیں؟ تو ابوامامہ نے فرمایا کہ جی ہاں! میں نے عرض کیا کہ یہ بات آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں، یا اس بات کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ فرمایا کہ اپنی طرف سے کہنے کی صورت میں تو میں بہت جری شمار ہوں گا، بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک، دو مرتبہ نہیں، بلکہ چھ مرتبہ یہ بات سنی ہے۔ پھر ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اکہتّر، یا

بہتّر فرقے ہوگئے تھے، اور اس امت کے اُن سے بھی زیادہ فرقے ہوجائیں گے، جو سب کے سب جہنم میں جائیں گے، سوائے ''سوادِاعظم'' کے، میں نے عرض کیا کہ اے ابوامامہ! آپ کو معلوم ہے کہ یہ (خوارج) کیا عمل کرتے تھے؟ تو ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اس کے درپے ہونے کی کیا ضرورت؟) ان پر ان کے برے اعمال کا وبال ہے، اور تم پر، تمہارے برے اعمال کا وبال ہوگا، اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروگے، تو ہدایت پالوگے (طبرانی)

''سوادِاعظم'' سے، صحابہ، اور ان کے بعد تابعین اور سلفِ صالحین کا اجماع، اور جمہورِ اعظم، اہلُ السنۃ مراد ہیں۔

اور اگر جمہور مسلمین، کسی حکمران پر متفق ہوں، تو وہ بھی ''سوادِاعظم'' کے مفہوم میں داخل ہیں، جن کے خلاف بغیر شرعی وجہ کے، بغاوت ممنوع ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ جمہور کے نزدیک، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے علاوہ، اہلِ اھواء اور اہلِ بدعت کہلائے جانے والے فرقے، دائرۂ اسلام سے خارج نہیں، ان پر جہاں کفر کا اطلاق کیا گیا ہے، اس کی وجہ تنبیہ وزجر، اور کفریہ افعال واقوال کی نشان دہی ہے، جس سے ''لزومِ کفر'' مراد ہے ''التزامِ کفر'' مراد نہیں، جس کے لیے تاویل مانع ہوا کرتی ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ نے ''مجموعُ الفتاویٰ'' میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ:

''فرقۂ ناجیہ کی جو صفت بیان کی گئی ہے، وہ اہلُ السنۃ والجماعۃ ہے، جو کہ جمہورِ اکبر اور سوادِ اعظم ہے۔

جہاں تک ان کے علاوہ باقی فرقوں کا تعلق ہے، تو وہ اہلِ شذوذ اور اہلِ تفرق اور اہلِ بدعت واہلِ ھواء ہیں، اور ان فرقوں کی مقدار فرقۂ ناجیہ کی مقدار کے قریب بھی نہیں پہنچتی، چہ جائیکہ ان کی مقدار فرقۂ ناجیہ کی مقدار کے برابر ہو، بلکہ اُن میں سے بعض فرقے تو انتہائی قلیل ہیں، اور ان سب فرقوں کا شعار کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے الگ ہوجانا ہے، اور جس کا قول کتب وسنت اور اجماعِ امت کے مطابق ہو، وہ

اہلُ السنۃ والجماعۃ میں سے ہے‘‘۔

(مجموع الفتاوی،لابن تیمیة،ج۳،ص ۳۴٦،الیٰ ۳۴۹، مجمل اعتقاد السلف، فصل فی ان العبادة متعلقة بطاعة الله ورسوله،ماھی الفرقة الناجیة)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پرفرمایا کہ:

’’جس شخص کے نزدیک کسی امام کی دوسرے امام پر، یا کسی شیخ کی دوسرے شیخ پر اپنے حسبِ اجتہاد فضیلت کا ہونا، راجح ہو، جیسا کہ مسلمانوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اذان میں ’’ترجیع‘‘ افضل ہے، یا اس کا ترک کرنا افضل ہے؟ یا اکہری اقامت افضل ہے، یا دہری اقامت افضل ہے؟ اور فجر کی اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے، یا روشنی میں پڑھنا افضل ہے؟ اور فجر میں قنوت پڑھنا افضل ہے، یا نہ پڑھنا افضل ہے؟ اوربسم اللہ میں جہر کرنا افضل ہے، یا آہستہ پڑھنا افضل ہے؟ یا اس کی قرائت کا ترک کرنا افضل ہے؟ تو یہ اجتہادی مسائل ہیں، جن میں سلف اور ائمہ کا اختلاف ہے، ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اپنے اجتہاد پر برقرار رکھا ہے، جس نے حق کو پالیا، اس کے لیے دو اجر ہیں، اور جس نے اجتہاد کر کے خطاء کی، تو اس کو ایک اجر حاصل ہوگا، اور اس کی خطاء معاف کردی گئی ہے، پس جس کے نزدیک امام شافعی کی تقلید کا راجح ہونا آئے، تو وہ اس شخص پر نکیر نہیں کرے گا، جس کے نزدیک امام مالک کی تقلید کا راجح ہونا آئے، اور جس کے نزدیک امام احمد کی تقلید کا راجح ہونا آئے، تو وہ اس شخص پر نکیر نہیں کرے گا، جس کے نزدیک امام شافعی، یا کسی اور کی تقلید کا راجح ہونا آئے۔

اور اسلام میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں، جو تمام مسلمانوں کو عام جواب دے سکے کہ فلاں شخص فلاں سے افضل ہے، پھر وہ اس کی طرف سے اس جواب کو قبول کرلے، کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ ہر جماعت کے نزدیک اس کے متبوع کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس لیے وہ اس کی مخالفت کرنے والے کے جواب کو قبول نہیں کرتا، جیسا کہ وہ شخص کہ اس کے نزدیک کسی قول، یا عمل کا راجح ہونا ثابت ہوجائے، تو وہ اس کے خلاف فتوی دینے والے کے قول کو قبول نہیں کرتا۔

www.idaraghufran.org

لیکن اگر کوئی آدمی مقلد ہو،تو اسے چاہیے کہ وہ اس شخص کی تقلید کرے،جس کا اس کے نزدیک حق کے زیادہ قریب ہونا راجح ہو، پھر اگر وہ مجتہد ہو،تو وہ اپنی حسبِ وسعت اجتہاد کرے، پھر اپنے نزدیک جس کا حق ہونا راجح ہو،اس کی اتباع کرے، کیونکہ اللہ کسی نفس کو،اس کی وسعت سے زیادہ کا مکلّف نہیں فرماتا،اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ''**فاتقوا اللّٰه ما استطعتم** ''لیکن اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی خواہش کی اتباع نہ کرے،اور نہ ہی بغیر علم کے کلام کرے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ''**ها أنتم هؤلاء حاججتم فيما لكم به علم فلم تحاجون فيما ليس لكم به علم** ''اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ''**يجادلونك في الحق بعدما تبين** ''اور کوئی امام بھی ایسا نہیں کہ اس کے کچھ مسائل ایسے نہ ہوں کہ جس میں اس کے قول کو دوسرے کے قول پر ترجیح نہ دی جاتی ہو،اور اس تفاضل کو وہی شخص پہچان سکتا ہے، جو علم کی تفاصیل میں غور وخوض کرے،**و اللّٰه أعلم**''

(مجموع الفتاوی،لابن تیمیة،ج ۲۰،ص ۲۹۳)

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط 11)

امام بیہقی کا حوالہ

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفٰی: 458ہجری) فرماتے ہیں:

أن اللّٰه جلّ ثناؤہٗ ردّ (إلی) الأنبیاء علیہم السلام أرواحہم فہم أحیاء عند ربہم کالشہداء (حیاۃ الأنبیاء صلوات اللّٰہ علیہم بعد وفاتہم،للبیہقی،ص ۲۱،تحت رقم الحدیث ۲۱)

ترجمہ: بے شک اللّٰہ جلّ ثنائہٗ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف اُن کی ارواح کو لوٹا دیا ہے، پس وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، جس طرح شہداء بھی اپنے رب کے پاس زندہ ہیں (حیاۃ الانبیاء)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات رب تعالیٰ کے قرب میں ہے، اسی کو بعض نے ''رفیقِ اعلیٰ'' میں ہونے سے، اور بعض نے ''اعلیٰ علیین'' میں ہونے سے، اور بعض نے ''جنت'' میں ہونے سے اور بعض نے ''برزخ'' میں ہونے سے تعبیر کردیا ہے، اور بعض نے ان کے اجسام، سلامت ہونے اور سلام کا جواب دینے کی وجہ اس برزخی حیات کو دنیا کی حیات کے مشابہ کہہ دیا ہے، اور بعض نے محض خیالی، یا خواب کی طرح کی نفی کرنے کے لیے حقیقی حیات کہہ دیا ہے، جو مختلف تعبیرات ہیں، اور مقصود ایک ہی ہے، اس لیے اس قسم کی مختلف تعبیرات کو پکڑ کر بیٹھ جانا، اور ان کے مابین تعارض کا دعویٰ کرکے بحث ومباحثہ کرنا درست طریقہ نہیں۔

امام بیہقی کا دوسرا حوالہ

امام بیہقی ''شعبُ الایمان'' میں فرماتے ہیں کہ:

ووجهه عندى أن نبينا صلى الله عليه وسلم أخبر عن رؤية جماعة من الأنبياء ليلة المعراج، وإنما يصح ذلک على تقدير أن الله تعالى رد إليهم أرواحهم فهم أحياء عند ربهم (شعب الايمان، للبيهقى، ج ۱ ،ص ۵۳۳ ،تحت رقم الحديث ۳۴۶)

ترجمہ: اوراس کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی ایک جماعت کومعراج کی رات میں دیکھنے کی خبر دی ہے،اور یہ بات اسی صورت میں درست قرار پاتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اُن کی ارواح کولوٹا دیا ہو، پس وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں (شعب الایمان)

امام بیہقی کا تیسرا حوالہ

اورامام بیہقی ایک مقام پرفرماتے ہیں:

فصل :والأنبياء عليهم السلام بعدما قبضوا ردت إليهم أرواحهم فهم أحياء عند ربهم كالشهداء ، وقد رأى نبينا صلى الله عليه وسلم جماعة منهم ليلة المعراج وأمر بالصلاة عليه والسلام عليه .وأخبر - وخبره صدق -أن صلاتنا معروضة عليه وأن سلامنا يبلغه ,وأن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء (الاعتقاد ،للبيهقى،ص ۳۰۵،باب القول فى إثبات نبوة محمد المصطفى صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ:فصل:اورانبیاءعلیہم السلام کی روح کوقبض کرنے کے بعداُن کی طرف اُن کی ارواح کولوٹا دیا جاتا ہے، پس وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، جس طرح شہداء بھی اپنے رب کے پاس زندہ ہیں،اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض انبیائے کرام کو معراج کی رات میں دیکھا ہے،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پرصلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دی ہے،اورآپ کی خبر سچی ہے کہ ہمارادرود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پرپیش کیا جاتا ہے،اور ہماراسلام بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

پہنچایا جاتا ہے، اور بے شک اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کے کھانے کو حرام قرار دے دیا ہے(الاعتقاد)

اس عبارت میں بھی انبیاء علیہم السلام کی ارواح قبض ہونے کے بعد ان کی طرف ارواح کے لوٹائے جانے کے بعد ''احیاءٌ عند ربھم کالشھداء '' کے الفاظ ہیں۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ ''عند ربھم '' سے ''عالمِ برزخ'' کی طرف اشارہ ہے، جہاں اللہ کی حسبِ منشاء، ان کے ساتھ اعزاز واکرام والاسلوک کیا جاتا ہے۔

اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ ''عالمِ برزخ'' کا مفہوم اپنی وسعت کے اعتبار سے جنت، اور اعلٰی علیین کو بھی شامل ہے، جس طرح نافرمانوں کے لیے جہنم اور سجین کو بھی شامل ہے۔

امام بیہقی کا چوتھا حوالہ

اور امام بیہقی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وليس بين هذه الأخبار منافاة فقد يراه فى مسيره وإنما يصلى فى قبره لم يسار به إلى بيت المقدس كما أسرى بالنبى صلى الله عليه وآله وسلم، فيراه فى السماء وكذلك سائر من رآه من الأنبياء ، فى الأرض ثم فى السماء والأنبياء صلوات الله عليهم أحياء عند ربهم كالشهداء فلا ينكر حلولهم فى أوقات بمواضع مختلفات كما ورد خبر الصادق به(دلائل النبوة،للبيهقى،ج٢،ص٣٨٨،باب الدليل على أن النبى صلى الله عليه وآله وسلم عرج به إلى السماء فرأى جبريل عليه السلام فى صورته عند سدرة المنتهى)

ترجمہ: اوران احادیث کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں، پس یقینی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت القدس میں نہیں لے جایا گیا، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے جایا گیا، پھر موسیٰ علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر دیکھا، اور اسی طرح سے

ان سب انبیاء کو (بیتُ المقدس وغیرہ کی)زمین میں دیکھا،پھرآسمان میں بھی دیکھا،اورانبیاء صلی اللہ علیہم وسلم اپنے رب کے پاس زندہ ہیں،جس طرح شہداء بھی اپنے رب کے پاس زندہ ہیں،لہٰذاان انبیاء کے مختلف اوقات میں مختلف مقامات میں حلول(ونزول) کرنے کاانکارنہیں کیاجائے گا،جیساکہ اس کے متعلق سچی حدیث آئی ہے(دلائل النبوۃ)

امام بیہقی نے مذکورہ عبارت میں نصوص کے مطابق حکم بیان کردیا،اوراس کےعقل کے موافق ہونے نہ ہونے کی بحث نہیں چھیڑی،کیونکہ اللہ کے لئے کوئی کام مشکل نہیں،سلف کااس طرح کے احکام بیان کرنے کا یہی طریقہ تھاکہ وہ شریعت کے حکم پراسی طرح سے عقیدہ رکھتے تھے،جس طرح شریعت کی طرف سے وہ حکم آیاہے،اوراس میں دنیاکے قیاسات کودخیل نہیں بنایاکرتے تھے،جوکم علم لوگوں کے لئے عالمِ غیب کی باتوں کوعالمِ شہادت کی طرح سمجھ کرمختلف شکوک وشبہات پیدا کرنے کاذریعہ بنتے ہیں۔

(جاری ہے............)

مقالات ومضامین مولانا شعیب احمد

غرور وتکبر کس بات کا؟

اسلام میں تکبر کی ممانعت آئی ہے۔ تکبر کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسرے لوگوں کو اپنے سے کم تر اور حقیر خیال کرے۔ دوسروں کو حقیر سمجھنا بہت سی بنیادوں پر ہوسکتا ہے۔ مال و دولت کی وجہ سے غریبوں کو حقیر سمجھنا، علم کی وجہ سے کم علم والوں کو حقیر خیال کرنا، تقویٰ اور پارسائی کی وجہ سے کسی کو اپنے سے چھوٹا سمجھنا، عہدہ ومنصب کی وجہ سے دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا، اپنے کسی ہنر کی وجہ سے گھمنڈ کرنا، الغرض یہ سب غرور وتکبر کی ہی مختلف تصویریں ہیں۔

تکبر خواہ کسی بھی قسم کا ہو، روپے پیسے کا غرور، بزنس کا گھمنڈ، ذہانت کا زعم، اثر ورسوخ کی رعونت، وردی کا تکبر، حسن کا پندار، جوانی کا ناز اور تعلقات کی اکڑ غرضیکہ تکبر کی کوئی بھی قسم ہو، جب قدرت کی ضرب اس پر لگتی ہے تو وہ پاش پاش ہوکر بکھر جاتا ہے۔ جیسے قومِ عاد کو یہ غلط فہمی لاحق ہوگئی تھی کہ ہم جیسا طاقتور اور با اثر کون ہوسکتا ہے؟ پھر قدرت نے انہیں یاد دلایا تھا کہ جس خدا نے تمہیں بنایا وہ تم سے کہیں زیادہ طاقت وقدرت رکھتا ہے۔ ان کا نام ونشاں پھر ایسا مٹا کہ آج یا تو ان کے صرف کھنڈرات باقی ہیں یا محض کتابوں کے اوراق میں اُن کا عبرت آموز تذکرہ۔

کسی انسان میں جب غرور وتکبر سر اٹھانے لگے تو وہ فقط اس بات پر غور کرلے کہ اُس کا مادۂ تخلیق کیا ہے؟ خدا اپنی کتاب میں انسان کو اس کی اوقات یاد دلاتا ہے کہ:

> ’’پس انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ وہ پیدا کیا گیا اچھلتے ہوئے (ناپاک) پانی سے‘‘ (سورۃ الطارق، آیت نمبر:٥،٦)

ایک دوسری جگہ یوں ارشاد ہوا کہ:

> ’’کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اسے نطفہ (کی ایک بوند) سے پیدا کیا، تو اب یہ بن گیا کھلا جھگڑا کرنے والا‘‘ (سورۃ یٰس، آیت نمبر:٧٧)

یعنی انسان کی بے بسی کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنا خالق آپ نہیں بلکہ کسی اور ہستی کی مخلوق ہے، یہ تو ہوئی

www.idaraghufran.org

انسان کی بے بسی کہ وہ اپنی تخلیق پر خود قادر نہیں۔ پھر انسان اپنا مادۂ تخلیق بھی ذرا دیکھے کہ حقیر پانی کی ایک بوند سے اس کو بنایا گیا۔ جس کا تقاضا یہ بنتا ہے کہ انسان میں عاجزی کی صفت پیدا ہو، وہ اپنی ''میں'' کو مارے، اپنی جھوٹی اَنا (Ego) سے پیچھا چھڑائے، دوسروں کو بھی اپنے جیسا انسان سمجھے اور اپنی اوقات کبھی نہ بھولے۔ خدا انسان کے متعلق یہ بھی کہتا ہے کہ:

''انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے'' (سورۃ النساء، آیت نمبر:۲۸)

جب انسان کو پیدا ہی کمزور کیا گیا تو وہ خدا کے سامنے کمزور اور مخلوقِ خدا کے سامنے عاجز ہی بن کر رہے کہ ایک بندہ کے لیے یہی زیبا ہے۔ اور آخر غرور و تکبر آدمی کس بات پر کرے؟ اس جوانی پر جو ختم ہو جاتی ہے؟ اس مال و دولت پر جو بالآخر وارثوں کا ہو جاتا ہے؟ اس عہدہ اور اقتدار پر جو چند دنوں کی بہار ہوتی ہے؟ اس طاقت و قدرت پر جو زائل ہو جاتی ہے؟ اس ذہانت پر جو محض خدا کی دَین ہوتی ہے؟ اس علم و فضل پر کہ جو خدا کی توفیق سے حاصل ہوتا ہے؟

الغرض انسان جن اشیاء پر تکبر کرتا ہے ان میں سے اکثر اشیاء عموماً ناپائیدار ہوتی ہیں اور اکثر اوقات ان کے حصول میں انسان کا اپنا کوئی ذاتی کمال بھی نہیں ہوتا بلکہ وہ خدا کا عطیہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا انسان کبھی بھی یہ حقیقت نہ بھولے کہ جو خدا مجھے نعمت دے سکتا ہے تو وہ اس کے سلب کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ اگر کسی کو اپنے مال و دولت پر گھمنڈ ہے تو مال و دولت تو آنی جانی چیز ہے، کیا بعض اوقات مالدار لوگ دیوالیہ نہیں ہو جاتے؟ اگر کسی کو عہدہ اور اقتدار کا تکبر ہے تو جان لے کہ اقتدار کو زوال بھی آ جاتا ہے۔ زیادہ دور کیوں جائیے، اپنے ملک میں ہی ماضی کے کچھ متکبر اور مغرور حکمرانوں کا حالِ بے بسی آج دیکھیے تو عبرت ہوتی ہے۔ ؎

صبح کے تخت نشیں، شام کو مجرم ٹھہرے ہم نے پل بھر میں نصیبوں کو بدلتے دیکھا

اگر کسی کو اپنے علم اور تحقیقات کا زعم ہے تو جان لے کہ یہ فضیلت کا معیار نہیں۔ بلکہ فضیلت کا معیار تقویٰ اور خوفِ خدا ہے۔ اگر کسی کو اپنے تقویٰ و پارسائی پر گھمنڈ ہے تو یہ سوچے کہ معلوم نہیں خاتمہ کس حال پر ہوگا اور اصل اعتبار تو خاتمہ کا ہی ہوتا ہے۔ غرضیکہ انسان جب اس زاویۂ نظر سے سوچنا شروع کر دے تو اسے غرور و تکبر کی ہر بنیاد کھوکھلی اور ہر وجہ بودی دکھائی دے گی اور وہ یہ حقیقت جان لے گا کہ ؏ جو کچھ ہے سب خدا کا، وہم و گماں ہمارا

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء (قسط19)

گزشتہ مضامین میں فقہ اسلامی کی مختصر تاریخ، تدوین وترویج اوراس تناظر میں حنفی مسلک کی ابتداء، پسِ منظراور حنفی علماء وفقہاء کی دینی خدمات، کتب وتصانیف کا ذکر کیا گیا، ذیل کی سطور میں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

جس کے بعد آئندہ کی اقساط میں ان شاء اللہ تعالیٰ، اہلِ سنت والجماعت کے باقی تین مذاہب (مالکی، شافعی اور حنبلی) کے مختصر احوال اور ان کے علماء وفقہاء کی خدمات اوراسی طرح کتب و تصانیف کا ذکر کیا جائے گا۔

حنفی مسلک

اہلِ سنت کا یہ پہلا فقہی مسلک ہے، جس کے بانی امام اعظم، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمہ اللہ (متوفیٰ 150ہجری) ہیں، حنفی مسلک تمام فقہی مسالک میں مقدم ہے، چونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کوفہ کے رہنے والے تھے، اس لیے ابتداءً اس کی نشو ونما کوفہ سے ہوئی، پھر آہستہ آہستہ یہ مسلک عراق کے مختلف شہروں میں پھیلا، پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب اور شاگردوں، حنفی علماء وفقہاء کے ذریعہ سے اس مسلک کی اشاعت دنیا کے دور دراز ممالک میں ہوئی، اورتھوڑے ہی عرصے میں یہ مسلک شام، مصر، روم، بلخ، بخارا، فارس، ہندوستان، سندھ اور یمن وغیرہ کے اطراف میں پھیل گیا (مقدمة ابنِ خلدون، ج ۱، ص ٥٦٧، الباب السادس، الفصل السابع)

تدوین وترویج اورابتدائی مراحل

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نگرانی اور رہنمائی میں فقہ حنفی کو ان کے چالیس شاگردوں نے باقاعدہ مدون و مرتب کیا، جن میں امام ابویوسف، امام محمد بن حسن، امام زفر بن ہذیل، یحییٰ بن زکریا، حفص بن

غیاث داؤد بن نصیر، فضیل بن عیاض اور اسد بن عمرو وغیرہ جیسے حضرات شامل تھے، ان حضرات نے اپنی تصانیف اور فتاویٰ کے ذریعہ اس فقہ کو دنیا بھر میں پھیلایا۔

چنانچہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اپنے زمانے میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے، اور تمام بلاد مثلاً عراق، خراسان، شام و مصر اور دور دراز تک کے مقامات میں عہدۂ قضاء سے متعلق معاملات اور تقرر آپ کے ہی حکم سے ہوتا تھا۔

امام محمد رحمہ اللہ کا حلقۂ درس عراق میں ہوا کرتا تھا، جس سے ہزاروں کی تعداد میں خلق اللہ نے فائدہ اُٹھایا، اور اس طرح اس مسلک کی دنیا بھر میں اشاعت ہوئی۔

امام اسد بن عمرو رحمہ اللہ نے خاص طور پر آپ کی تصانیف اور فتاویٰ کو دنیا بھر میں پھیلایا، آپ سب سے پہلے فقیہ ہیں، جنہوں نے فقہ حنفی میں کتابیں لکھیں۔

اور اسی طرح امام صاحب کے شاگردوں میں نوح بن ابی مریم ''جامع'' کے لقب سے مشہور ہوئے، کیونکہ ایک قول کے مطابق نوح بن ابی مریم نے سب سے پہلے فقہ حنفی کو کتابوں میں جمع کیا تھا۔

(المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، لتقی الدین المقریزی، ج۴، ص ۱۴۹)

فقہ حنفی کے بنیادی اصول

فقہ حنفی (یعنی فقہی منہج) کے بنیادی اصول درج ذیل ہیں:

(1)...... کتابُ اللہ (2)...... سنت رسولُ اللہ (3)...... اجماع (4) ...... قیاس

(5)...... استحسان (6) ...... مصالحہ مرسلہ (7) ...... عرف (8) ...... سد ذرائع

(9)......قولِ صحابی (10)......شرائع ماقبل (11)......استصحاب۔

فقہ حنفی کی کتابیں

بنیادی طور پر فقہ حنفی کے مصادر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(1)...... مسائلُ الاصول (ظاهرُ الرواية. جن میں امام محمد رحمہ اللہ کی درج ذیل 6 کتابیں شمار ہوتی ہیں: کتابُ المبسوط. الجامعُ الصغير. الجامعُ الكبير. السيرُ الصغير. السيرُ الكبير. الزيادات)

(2)......مسائلُ النوادر (نادرُ الرواية، جن میں امام محمد رحمہ اللہ کی درج ذیل کتب شامل ہیں: هارونيات. رقيات. كيسانيات. جرجانيات)

اس کے علاوہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دوسرے تلامذہ کی کتابیں بھی ''نوادر'' کہلاتی ہیں۔

(3)......الفتاویٰ والواقعات (ان میں درجِ ذیل کتب شامل ہیں: مختصرُ الطحاوی. كتابُ الكافي. مختصرُ الكرخي. مختصرُ القدوری. الفقهُ النافع. بدايةُ المبتدى. تحفةُ الفقهاء. وقايةُ الرواية فی مسائل الهداية. الاختيار لتعليل المختار. مجمع البحرين. منيةُ المصلی. كنزُ الدقائق. النقاية. عيون المذاهب الاربعة، الكاملی. زادُ الفقير. غررُ الحكام. مواهبُ الرحمن. مخزنُ الفقة. ملتقى الابحر. تنويرُ الابصار وجامعُ البحار. ردالمحتار شرح الدرالمختار، البحرالرائق، فتح القدير، بدائع الصنائع،نورُ الايضاح. الفتاویٰ الهندية. وغيرها ذلک)

(1)......فقہ حنفی کی موجودہ صورتِ حال

فقہ حنفی کے متبعین وپیروکار وسطی ایشیا کے ممالک جیسا کہ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش،افغانستان میں زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں، اوراسی طرح عراق،ترکی، البانیہ(Albania) جنوب مغربی مصر جزیرہ نما بلقان (Balkan)اور روس کے زیادہ تر مسلمان اسی مذہب کے پیروکار ہیں، اور کم وبیش مشرقی ایشیا (East Asia) کے ممالک جیسا کہ خلیج بنگال(Bay of Bengal)انڈونیشیا،ملائیشیا،تھائی لینڈ،فلپائن اوران کے قرب وجوار میں بھی پائے جاتے ہیں۔ شام(Syria)کے مسلمان آدھے سے زیادہ حنفی ہیں،اوراسی طرح فلسطین میں اگرچہ شافعیوں کی اکثریت ہے، تاہم حنفی بھی پائے جاتے ہیں، اسی طرح بخارا (Bukhara) تاشقند (Tashkent) اور ازبکستان (Uzbekistan) کے دیگر علاقہ جات، اور ترکمانستان (Turkmenistan)اورآذربائیجان وغیرہ میں بھی حنفی ہیں۔

اسی طرح امریکہ، لاطینی امریکہ(Latin America)برازیل اور یورپ کے مختلف ممالک میں بھی احناف قدرِمشترک مالکیہ،شافعیہ اورحنابلہ کے زیادہ تعداد میں ہیں۔

www.idaraghufran.org

برصغیر(Subcontinent) کی تاریخ بیان کرتے ہوئے مؤرخین فرماتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں یہاں شوافع زیادہ تھے، سندھ میں ان کی اکثریت تھی، جبکہ مغربی ساحل وغیرہ پر قدیم زمانہ میں عربیاالنسل مسلمان آباد تھے، ان کا مسلک شافعی تھا، اسی وجہ سے ہندوستان کے ساحلی علاقے مالابار(Malabar Coast)اورمدارااس میں اب بھی شوافع آباد ہیں۔

مشرقی ایشیا اور ہندوستان کے زیادہ تر علاقوں میں دیوبندی، بریلوی، تبلیغی جماعت کے نام سے مشہورتحریکیوں کےلوگ بھی فقہ حنفی ہی کے پیروکار ہیں۔

تاہم فقہ حنفی کے پیروکار باقی تینوں مسالک کے مقابلہ میں زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں، آج روئے زمین پرمسلمانوں کی تعدادایک ارب اسی کروڑ(1.8 Billion) کےلگ بھگ ہے،اور ماہرین کےایک اندازہ کےمطابق ان میں حنفی مسلک کے پیرکار، تمام مسلمانوں کا دوتہائی ہیں، اور ان میں بھی حنفی مسلک کے متبعین و پیروکاروں کا بڑا حصہ پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے علاقوں میں موجود ہے، اور ماقبل میں ذکر کردہ ممالک کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی دوسرے مسالک کےساتھ ساتھ کم وبیش حنفی مسالک کےلوگ پائے جاتے ہیں۔

اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ فقہ کے چاروں اماموں کے ماننے والےتقریباً پوری دنیا میں موجود ہیں، اوران کے متبعین ومقلدین کا ٹھیک ٹھیک تناسب کیا ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، اوراگر یوں کہا جائے کہ چاروں اماموں کے پیروکار، ہروہ ملک جہاں مسلمان رہتے ہیں، وہاں پر کم یا زیادہ ان چاروں ائمہ کے متبعین موجود ہیں، تو یہ بات بے جانہ ہوگی۔

علمی وتحقیقی رسائل (جلد18)

(1)...تکفیرِ مسلمین ومبتدعین کا حکم

(2)...تکفیرِ شیعہ اور چندشبہات پر کلام

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

ناشر: کتب خانہ ادارہ غفران: راولپنڈی پاکستان۔ 0333-5365831

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط70) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

کیا عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر جلایا؟

بعض حضرات بالخصوص جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں، وہ اس بات کا پروپیگنڈا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعوذ باللہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نعوذ باللہ مارا پیٹا، اوران کے گھر کا دروازہ جلادیا۔

یہ سب باتیں وہ اس موقع سے منسلک کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مسلمانوں کے خلیفہ ہونے کی بیعت ہوئی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اول وہلے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی۔ تو اس موقع پر جب کہ بعض دیگر حضرات حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع تھے۔ تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، اور انہیں نعوذ باللہ ڈرایا دھمکایا، اور انہیں اس بات پر زور دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی جائے۔

ان کے اصرار کے باوجود جب بیعت نہ کی گئی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے کو نعوذ باللہ آگ لگادی۔ پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں ہوا، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعوذ باللہ آپ رضی اللہ عنہا کو زدوکوب کیا، جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک میں پرورش پانے والے محسن بھی نعوذ باللہ ساقط ہوگئے۔

یہ سب واقعہ اس طرح کے افسانے میں پیش کیا جاتا ہے، جس سے ایک مسلمان تو درکنار ایک انسان بھی ایسا تصور کرتے ہوئے کانپ اٹھتا ہے، کہ جس رفیق کے ساتھ زندگی کا ایک حصہ گزارا ہو، اسی کے جگر کا ٹکڑا پاش پاش کردیا جائے۔ پھر مزید ظلم یہ کہ اہل سنت کی کتابوں سے ان چیزوں کے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ بعض تاریخی کتب میں یا بعض حدیث کی کتب میں اس طرح کی روایات ملتی ہیں،جن سے یہ تاثر سامنے آتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مذکورہ معاملہ کیا،تاہم وہ سب کی سب روایات یا تو ضعیف اور نا قابلِ استدلال ہیں،یا پھران روایات میں وہ مضمون نہیں،جن سے مذکورہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

بعض روایات میں یہ مضمون آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرضِ وفات میں اس بات کا اظہار کیا کہ کاش میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر نہ کھولتا اگر چہ وہ جنگ کے لیے اس کا دروازہ بند کرتے۔ [۱]

مذکوہ روایت تاریخِ طبری میں مذکورہ ہے،جس کی سند کے ایک راوی علوان بن داود ہے،جس کو محدثین نے منکرِ حدیث قرار دیا ہے۔ [۲]

ایک اور روایت میں اس طرح کا مضمون آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر آئے،جہاں حضرت طلحہ،زبیر رضی اللہ عنہما اور مہاجرین کے کچھ لوگ موجود تھے۔حضرت عمر

---

۱ حدثنا يونس بن عبد الأعلى، قال: حدثنا يحيى بن عبد الله بن بكير، قال: حدثنا الليث بن سعد، قال: حدثنا علوان، عن صالح بن كيسان، عن عمر بن عبد الرحمن بن عوف، عن أبيه، أنه دخل على أبى بكر الصديق رضى الله تعالى عنه فى مرضه الذى توفى فيه............فأما الثلاث اللاتى وددت أنى تركتهن، فوددت أنى لم أكشف بيت فاطمة عن شىء وإن كانوا قد غلقوه على الحرب، ووددت أنى لم أكن حرقت الفجائة السلمى، وأنى كنت قتلته سريحا أو خليته نجيحا(تاريخ الطبرى ج۳ص ۴۳۰ سنة ثلاث عشرة،ذكر استخلافه عمر بن الخطاب،دار التراث – بيروت الطبعة: الثانية ۱۳۸۷ھ)

۲ قال البخارى: علوان بن داود ويُقال: ابن صالح منكر الحديث .وقال العقيلى: له حديث لا يتابع عليه، وَلا يعرف إلا به .وقال أبو سعيد بن يونس: منكر الحديث(لسان الميزان تخريج عبد الفتاح ابو غدة ج۵ص ۴۷۲ حرف العين المهملة،من اسمه علوان)

رواية منكرة وفيها من الغمز والطعن فى صحابة رسول الله ما فيها، وعلة هذه الرواية من الراوى علوان بن داود (ويسمى كذلك علوان بن صالح) وهو منكر الحديث وكذلك قال أبو سعيد بن يونس، وقال العقيلى: له حديث لا يتابع عليه ولا يعرف إلا به (ميزان الاعتدال /3 108/ت 5763) (لسان الميزان /4 ت 5752) ولقد ذكر العقيلى هذا الحديث (رواية) فى ترجمته لعلوان (الضعفاء الكبير / 419 /3ت 1461).

وطعن علوان هذا واضح فى هذه الرواية إذ يقول على لسان أبى بكر عن الصحابة: (فكلكم ورم أنفه من ذلك) وحاشا لأبى بكر أن يقول ذلك بل هو تلفيق من علوان وهو منكر الحديث .(صحيح وضعيف تاريخ الطبرى ج۸ص۱۵۳ الخلافة الراشدة،ضعيف تاريخ ابى بكر،ذكر استخلافه عمر بن الخطاب)

رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں تم پر (گھر) جلادوں گا، یا پھر تم (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی) بیعت کرنے کے لیے نکلو۔ یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار سونتے ہوئے باہر نکلے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا پاؤں زمین پر اڑنے کی وجہ ان کی تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ پھر لوگوں نے انہیں روک کر قابو میں کرلیا۔ [1]

مذکورہ روایت بھی تاریخِ طبری میں ہے، اور اسے بھی محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

خاص طور پر مذکورہ روایت میں ایک روای مغیرہ بن مقسم ہے، بعض حضرات نے انہیں مدلس قرار دیا ہے۔ [3]

ایک روایت میں اوراس طرح کا مضمون آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی، تو حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس امر سے متعلق مشورہ کرنے کے لیے آئے۔ جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، اور آپ نے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی! اللہ کی قسم مخلوق میں ہمیں آپ کے والد سے زیادہ ہردلعزیز کوئی نہیں۔ اور آپ کے والد کے بعد آپ سے زیادہ ہردلعزیز کوئی نہیں۔ اور اللہ کی قسم! اگر یہ آپ کے پاس اسی طرح جمع رہے تو میں حکم دوں گا کہ ان کا گھر ان پر جلادیا جائے۔

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپسی کے لیے نکلے، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تھے، اور انہوں نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم لوگ دوبارہ آئے، تو وہ تم پر تمہارا گھر جلادیں گے۔ اور اللہ کی قسم وہ ضرور کرگزریں گے، جس کی قسم انہوں نے

---

[1] حدثنا ابن حمید، قال: حدثنا جریر، عن مغیرة، عن زیاد بن کلیب، قال: أتی عمر بن الخطاب منزل علی وفیه طلحة والزبیر ورجال من المهاجرین، فقال: واللہ لأحرقن علیکم أو لتخرجن إلی البیعة فخرج علیه الزبیر مصلتا بالسیف، فعثر فسقط السیف من یده، فوثبوا علیه فاخذوه .(تاریخ الطبری ج۳ص ۲۰۲ سنة احدی عشرة، ذکر الأخبار الواردة بالیوم الذی توفی فیه رسول اللہ ومبلغ سنه یوم وفاته)

[2] إسناده معضل وفی متنه نکارة .(صحیح وضعیف تاریخ الطبری ج۸ص ۱۵ الخلافة الراشدة)

[3] المغیرة بن مقسم بکسر المیم الضبی مولاهم أبو هشام الکوفی الأعمی ثقة متقن إلا أنه کان یدلس ولا سیما عن إبراهیم من السادسة مات سنة ست وثلاثین علی الصحیح ع (تقریب التهذیب ج ۱ ص ۵۴۳ ذکر بقیة حرف المیم علی الترتیب)

کھائی ہے۔لہٰذا تم چلے جاؤ۔اور اپنی رائے پر نظر ثانی کرو،اور میرے پاس نہ آنا۔پھر وہ لوگ چلے گئے،پھر آپ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ لوٹے،یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی انہوں نے بیعت کرلی۔ [1]

سب سے پہلے تو یہ بات ملحوظ رہے کہ مذکورہ روایت میں اس بات کا ذکر کہیں سے کہیں نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر جلایا۔بلکہ صرف ڈرانے دھمکانے کا ذکر ہے،وہ بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ڈرایا دھمکانے کا نہیں،بلکہ جو لوگ وہاں موجود تھے،ان کا ذکر ہے۔

دوسرا یہ کہ مذکورہ روایت میں حضرت اسلم اس وقت کا واقعہ بیان کررہے ہیں،جب وہ موجود نہ تھے،اور ملحوظ رہے کہ حضرت اسلم رحمہ اللہ تابعی ہیں۔لہٰذا تابعی کا اس طرح روایت کرنا کہ وہ واقعہ میں موجود نہ ہو،یا اس نے براہِ راست وہ بات کسی صحابی سے نہ سنی ہو،مراسیل کے قبیل سے تعلق رکھتا ہے،اور مرسل روایت کے حجت ہونے میں خود ائمہ کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ أَسْلَمَ ؛ أَنَّهُ حِينَ بُويِعَ لأَبِي بَكْرٍ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، كَانَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ يَدْخُلاَنِ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، فَيُشَاوِرُونَهَا وَيَرْتَجِعُونَ فِي أَمْرِهِمْ ، فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى فَاطِمَةَ ، فَقَالَ : يَا بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، وَاللهِ مَا مِنَ الْخَلْقِ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ أَبِيكِ ، وَمَا مِنْ أَحَدٍ أَحَبَّ إِلَيْنَا بَعْدَ أَبِيكِ مِنْكِ ، وَأَيْمُ اللهِ ، مَا ذَاكَ بِمَانِعِيَّ إِنَ اجْتَمَعَ هَؤُلاَءِ النَّفَرُ عِنْدَكِ ، أَنْ آمُرَ بِهِمْ أَنْ يُحَرَّقَ عَلَيْهِمَ الْبَيْتُ.قَالَ : فَلَمَّا خَرَجَ عُمَرُ جَاؤُوهَا ، فَقَالَتْ : تَعْلَمُونَ أَنَّ عُمَرَ قَدْ جَائَنِي ، وَقَدْ حَلَفَ بِاللهِ لَئِنْ عُدْتُمْ لَيُحَرِّقَنَّ عَلَيْكُمَ الْبَيْتَ ، وَأَيْمُ اللهِ ، لَيَمْضِيَنَّ لِمَا حَلَفَ عَلَيْهِ ، فَانْصَرِفُوا رَاشِدِينَ ، فَرُوْا رَأْيَكُمْ ، وَلاَ تَرْجِعُوا إِلَيَّ ، فَانْصَرَفُوا عنها ، فَلَمْ يَرْجِعُوا إِلَيْهَا ، حَتَّى بَايَعُوا لأَبِي بَكْرٍ .(المصنف ابن ابی شیبة ج۱۴ ص۵۶۷ رقم الحدیث ۳۸۲۰۰)

[2] أسلم، مولى عمر بن الخطاب *قال العجلى: مدنى تابعى ثقة، من كبار التابعين .(الجامع فى الجرح والتعديل ج ۱ ص۶۷ رقم الراوى ۳۳۵ حرف الألف)

أسلم مولى عمر بن الخطاب العدوى، أبو زيد، ويقال: أبو خالد، [الوفاة: 71 – 80ه]من سبى عين التمر. وقيل: حبشى .وقيل: من سبى اليمن.وقد اشتراه عمر بمكة لما حج بالناس سنة إحدى عشر فى خلافة الصديق.

وقال الواقدى: سمعت أسامة بن زيد بن أسلم يقول: نحن قوم من الأشعريين، ولكنا لا ننكر منة عمر رضى الله عنه .سمع أبا بكر، وعمر، وعثمان، ومعاذا، وأبا عبيدة، وابن عمر، وكعب الأحبار .وقال الواقدى: حج عمر بالناس سنة إحدى عشرة، فابتاع فيها أسلم.(تاريخ الاسلام ت بشار ج۲ ص ۱ ۹ ۷ حرف الألف)

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

مصیبت میں دوسروں کے کام آنا

پیارے بچو! برسات کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ بارشوں کا موسم تھا۔اس سال گرمی بہت زیادہ پڑی تھی۔اور محکمہ موسمیات کی طرف سے بھی الرٹ جاری کیا گیا تھا کہ اس سال گرمی بہت زیادہ پڑنے والی ہے۔گرمی کی تپش کا یہ حال تھا کہ گھر سے باہر کسی کام کے لیے نکلتے تو گھر واپس جھلس کر ہی آیا جاتا۔ یہ تو شہری لوگوں کا حال تھا۔

ذرا دیہات کی طرف دیکھا جائے،تو گاؤں میں سارا سارا دن کڑی دھوپ میں سوچو کسان کیسے پورا دن گزارتا ہوگا؟ کیسے وہ صبح سویرے ایک کپ کڑک چائے کے ساتھ صرف ایک روٹی چائے کی پیالی میں ایک ایک نوالہ ڈُبا کر کھاتے ہوئے اپنے کام کو چلتا ہوگا؟ کیسے وہ کھیت میں پہنچ کر دن دھاڑے بغیر کسی سائے اور چھاؤں کے کھیتوں میں محنت کرتا ہوگا،اس کا نہ کوئی ٹھکانا،نہ کوئی بھوک پیاس کا حال۔بس اس کی ایک ہی فکر ہے،کسی طرح کام ختم ہو،شام ہو،اور میں گھر جاؤں۔

شام کو ایک عدد روٹی کھا کر وہ پھر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے،اور گہری نیند سو جاتا ہے۔

مگر اس مرتبہ ہوا یوں کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے پانی کے آبخارات بننے کا سلسلہ زیادہ ہوا۔جب سورج کی گرمی زیادہ ہوتی ہے،تو یہی گرمی سمندر کے پانی پر پڑتی ہے۔یوں سمندر کے پانی میں آبخارات بنتے ہیں۔وہ سٹیم اور آبخارات اوپر آسمان کی طرف جاتے ہیں،اور پھر وہی آبخارات بادلوں کی صورت میں بارش برساتے ہیں۔

اس مرتبہ آبخارات اور سٹیم بننے کا سلسلہ گرمی کی وجہ سے زیادہ ہوا،تو بارشوں کے امکان بھی زیادہ تھے۔اب ہمارے ملک میں نالیاں بھی اتنی اچھی نہیں،اور زیادہ پانی اگر آجائے ،نہ ہی اس کے ٹھکانے لگانے کا بندوبست ہے۔یہاں تو بڑے لوگوں کو بس یہی فکر سوار رہتی ہے کہ کسی طرح بڑی کرسی پر آجائیں،بڑی کرسی پر آنے کے بعد اب وہ دیہاتی اور پسماندہ علاقوں کو تو گویا بھول ہی گئے ہوں۔

ہوا یوں کہ برساتی موسم شروع تھا۔گوگل پر بھی موسم کا کچھ پتا نہ چلتا تھا کہ کل کیا موسم ہونے والا ہے۔ایک دن اتنی بارش ہوئی کہ ہمارے گھر کے سامنے پانی کھڑا نہ ہوتا تھا۔مگر اس بار اتنا پانی کھڑا ہوا کہ بس اندر آتے آتے بچت ہوگئی۔یہ دیکھ کر مجھے بھی تھوڑا سا تعجب اور حیرانگی اور پریشانی ہوئی کہ یہاں یہ حال ہے،تو دور دراز کے علاقوں کا کیا حال ہوگا؟

خیر بعد میں پتا چلا کہ پنجاب کے اور بلوچستان کے علاقوں کا برا حال ہے،لوگ گھر سے بے گھر ہوگئے۔لوگوں کے جانور،مویشی پانی بہا کرلے گیا،گھر ڈھے گئے۔اب حال یہ تھا کہ لوگوں کے پاس نہ تو پہننے کے کپڑے تھے،زمین کے سخت سنگریزوں سے اپنے پاؤں بچانے کو جوتیاں بھی نہ تھیں،رات کو سخت زمین پرسکون سے سونے کو بستر بھی نہ تھے۔اب وہ کہاں جائیں۔کیا اور کہاں پکائیں اور کھائیں۔گھر گھر نہ رہا۔اب ایک گھر ہی تو تھا جہاں سر چھپاتے تھے۔کھانا پکاتے تھے۔کھاتے تھےاورسکون سے رہتے تھے۔

پھر کچھ اللہ والوں کے دل میں اللہ نے بات ڈالی کہ شہر کی مسجد کے ذریعہ ان لوگوں کی مدد کی جائے۔ان کوصرف پیسے دے دینا کافی نہیں ہوگا۔ان کوکئی دن تک پکاپکایا کھانا دینا چاہیے،تا کہ اپنا گھر وغیرہ بنانے میں کھانے سے بے فکری ہو۔ان کو جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑے دینے چاہئیں۔ان کو بستر اور جوتے دینے چاہئیں۔بس انہوں نے لوگوں میں یہ اعلان کروادیا کہ جس کسی کے پاس گھر میں فالتو کپڑے،بستر،اور جوتے وغیرہ ہوں تو وہ مسجد میں ہمارے پاس لے آئے۔اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک ہی ہفتہ کئی سوسوٹ جمع ہوگئے،کئی سو جوتے اور کئی سو بستر اور کافی سارا راشن بھی جمع ہوگیا۔بس اب وہ ان لوگوں تک یہ چیزیں پہنچا رہے ہیں،اور انسانیت کی خدمت کر کے اللہ کو بھی راضی کر رہے ہیں،اوران لوگوں کی بھی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔

پیارے بچو!اس طرح کے انسانیت کی خدمت کے کاموں میں حصہ لیا کرو،چاہے کسی بھی طرح ہو،اپنے کپڑے،جوتے اور بستر اور کھانا وغیرہ ضائع نہ کیا کرو،بلکہ کسی ضرورت مند کے لیے رکھ لیا کرو،اوراسے دے دیا کرو۔ہوسکتا ہے جو چیز آپ کے نزدیک فضول ہو،وہ دوسرے کے نزدیک زندگی ہو۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوقِ نسواں کا فریب: قسط58) مفتی طلحہ مدثر

امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (چھٹا حصہ)

معزز خواتین! خواتین کے لیے مساجد میں حاضر ہونے کے آداب کے سلسلے میں ایک ضروری ہدایت اور حکم بھی ہے، جس کی خلاف ورزی پر وعید بیان کی گئی ہے، اوراس ہدایت پر عمل کیے بغیر باقی آداب کو مدِ نظر رکھنا یا ان پر عمل کرنا کافی نہیں ہے، اسی اہمیت کے پیشِ نظر اس کو خاص طور پر الگ سے ذکر کیا جارہا ہے۔

خوشبو لگا کر اور بن سنور کر آنے کی ممانعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح خواتین کو مساجد سے منع کرنے اور خواتین کے مساجد کے لیے اجازت مانگنے پر اجازت دیدینے کا حکم بیان فرمایا ہے، اس طرح ایسی حرکات کی سختی سے ممانعت بیان فرمائی ہے، جو کسی فتنہ کا سبب بنے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ اجازت کے ساتھ خواتین کو ایک بنیادی حکم دیا ہے، اور خوشبو لگا کر آنے کی سختی سے ممانعت بیان فرمائی، چنانچہ حضرت نافع سے روایت ہے، وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ، وَلْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ (المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ٣٤١١، مسند البزار، رقم الحديث ٥٨١٠)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کی بندیوں کو، اللہ کی مساجد میں آنے سے نہ روکو، لیکن وہ خوشبو لگا کر نہ نکلیں (طبرانی، بزار)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خواتین کے لیے یہ حکم بیان فرمانا دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کی حدیث میں الفاظ مروی ہیں:

وَلٰكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ (سنن أبي داود، رقم الحديث ٥٦٥، باب في

خروج النساء إلى المسجد)

ترجمہ: لیکن خوشبو لگا کر نہ نکلیں (ابوداود)

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں

وَلْيَخْرُجْنَ إِذَا خَرَجْنَ تَفِلَاتٍ (سنن الدارمی، رقم الحدیث ١٣١٥)

ترجمہ: جب وہ نکلیں، تو انہیں چاہیے کہ خوشبو لگا کر نہ نکلیں (دارمی)

اسی طرح کی احادیث حضرت زید بن خالد، ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے،

خوشبو صاف کر کے اور دھو کر نکلنے کا حکم

گھر سے نکلتے وقت خوشبو لگانے کی ممانعت کا حکم تو پہلے بیان ہوگیا، اب اگر کسی خاتون نے پہلے سے گھر میں خوشبو لگا رکھی ہے اور اب اس کا مسجد میں نماز کے لیے جانے کا ارادہ ہے، تو اس سے متعلق حکم یہ ہے، کہ وہ اچھی طرح خوشبو صاف کر کے اور اس کی مہک ختم کر کے نماز کے لیے نکلے ،چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَلْتَغْتَسِلْ مِنَ الطِّيْبِ، كَمَا تَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ (سنن النسائی، رقم الحدیث ٥١٢٧)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت مسجد میں نماز کے لیے جائے، تو وہ اپنی خوشبو کو جنابت کے غسل کی طرح دھو کر صاف کر دے (نسائی)

اس حدیث میں بھی عورت کو خوشبو لگے ہوئے ہونے کی حالت میں مسجد میں حاضر ہونے سے منع کرنے کے بجائے، یہ حکم فرمایا کہ وہ مسجد میں آنے سے پہلے اچھی طرح خوشبو دھولے، اور جنابت کی طرح دھونے کا حکم اس وقت ہے، جبکہ خوشبو جسم پر لگی ہوئی ہو، اور وہ نہائے بغیر دور نہ ہوسکتی ہو، اور اگر لباس پر لگی ہوئی ہے، تو اس کو اچھی طرح دھو دینا یا ان کپڑوں کو تبدیل کر کے غیر خوشبو والے کپڑے پہن

لینا بھی کافی ہے، کیونکہ اس سے بھی اصل مقصود حاصل ہوجاتا ہے، جو کہ خوشبو سے بچنا ہے۔

نامحرم لوگوں کے لیے خوشبو لگانے پر وعید

گھر سے نکلتے وقت خوشبو لگانے کی ممانعت اور اسی طرح اگر پہلے سے خوشبو لگا رکھی ہو، تو اس کی مہک دور کر کے گھر سے نکلنے کا حکم پہلے ذکر کیا جاچکا ہے، اب اگر کوئی عورت خاص اسی نیت سے خوشبو لگائے، تاکہ اس کے خوشبو کی مہک نامحرم افراد تک بھی پہنچے، تو ایسی خواتین کے لیے احادیث میں سخت وعید بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَیُّمَا امْرَأَۃٍ تَطَیَّبَتْ، ثُمَّ خَرَجَتْ إِلَی الْمَسْجِدِ لِیُوْجَدَ رِیْحُهَا، لَمْ یُقْبَلْ مِنْهَا صَلَاۃٌ حَتّٰی تَغْتَسِلَ اغْتِسَالَهَا مِنَ الْجَنَابَۃِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۹۷۲۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد کی طرف نکلی، تاکہ اس کی خوشبو محسوس کی جائے، تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اسے جنابت کی طرح غسل کر کے صاف نہ کردے (مسند احمد)

کئی دوسری احادیث وروایات میں بھی مذکورہ وعید کا ذکر اسی قید کے ساتھ آیا ہے، کہ خوشبو لگانے کی نیت یہی ہو، کہ اس کی مہک نامحرم افراد تک پہنچے۔

چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَعْطَرَتِ الْمَرْأَۃُ، فَمَرَّتْ عَلَی الْقَوْمِ لِیَجِدُوْا رِیْحَهَا، فَهِیَ کَذَا وَکَذَا قَالَ قَوْلًا شَدِیْدًا (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۴۱۷۳، باب فی المرأۃ تَطَیَّبُ للخروج)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت ارادتاً خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے، تاکہ وہ لوگ اس کی خوشبو کو سونگھیں، تو وہ ایسی اور ویسی ہوگی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں سخت جملہ بیان فرمایا (ابوداود)

بعض دوسری روایات میں بھی یہ مضمون آیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت اعضاء کے اعتبار زانیہ شمار ہوگی۔

اس کی مزید وضاحت خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے ہوتی ہے، چنانچہ عبیداللہ مولیٰ ابی رہم حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ،

:لَقِيَتْهُ امْرَأَةٌ وَجَدَ مِنْهَا رِيحَ الطِّيبِ يَنْفَحُ، وَلِذَيْلِهَا إِعْصَارٌ، فَقَالَ:يَا أَمَةَ الْجَبَّارِ، جِئْتِ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ:وَلَهُ تَطَيَّبْتِ؟ قَالَتْ:نَعَمْ، قَالَ:إِنِّي سَمِعْتُ حِبِّي أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ لِامْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِهٰذَا الْمَسْجِدِ، حَتّٰى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ(سنن أبی داود، رقم الحدیث ۴۱۷۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک عورت نے ملاقات کی، جس سے خوشبو مہک رہی تھی، اور اس کے (پاؤں کے) نیچے سے (تیز چلنے کی وجہ سے) غبار اڑ رہا تھا، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ جبار کی بندی! کیا تم مسجد سے آ رہی ہو؟ کہنے لگی کہ جی ہاں! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے، فرمایا کہ کیا تم نے مسجد کے لئے ہی خوشبو لگائی تھی؟ اس عورت نے کہا کہ جی ہاں! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت بھی مسجد کے لیے خوشبو لگا کر نکلے، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، یہاں تک کہ وہ جنابت کی طرح غسل کر کے، اس کو دھو نہ لے (ابوداود)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے یہ سوال فرمایا کہ ”تم نے مسجد کے لئے ہی خوشبو لگائی تھی“، جس کی اس عورت نے تصدیق کی، پھر اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث سنائی، جس میں مسجد کے لیے خوشبو لگا کر نکلنے پر وعید کا ذکر ہے، اسی وجہ سے محققین نے فرمایا کہ مذکورہ وعید اس ارادہ اور قصد پر مرتب ہوتی ہے۔

کیونکہ بعض اوقات ایسا ممکن ہے کہ مثلاً کسی عورت نے خوشبو جائز مقصد، مثلاً اپنے شوہر کی رضا کے

لیےلگائی، اور پھراسی حالت میں اُسے کسی ضرورت کے لیے باہر نکلنا پڑ گیا، اوراس طرح غیرارادی طور پر اس کی خوشبو نامحرموں تک پہنچ گئی، تو ایسی صورت میں مذکورہ وعید نہیں ہوگی، اگر چہ ایسی صورت میں عورت کے لیے بہرحال احتیاط اسی میں ہے کہ اس نے اگر ایسی خوشبو لگا رکھی ہو، جو نامحرموں تک پہنچے، تو اسے صاف کیے بغیر نہ نکلے، جیسا کہ بعض احادیث میں یہی حکم آیا ہے کہ عورت مسجد میں خوشبو لگا کر نہ آئے، اوراگر خوشبو لگائی ہوئی ہو، تو اس کو صاف اور دور کر کے آئے۔

اور یہ حکم صرف مسجد کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ عورت کو مسجد کے علاوہ کسی ایسی جگہ جاتے وقت بھی خوشبو لگانا منع ہے، جہاں اس کی خوشبو نامحرم لوگوں تک پہنچے نیز خوشبو پر قیاس کرتے ہوئے، بہت سے فقہائے کرام نے عورت کو اس طرح کی زیب وزینت اختیار کر کے نکلنا بھی منع قرار دیا ہے، جو نامحرم لوگوں پر ظاہر ہو۔ (جاری ہے...........)

گناہوں کی مجلس میں شرکت کرنے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ.

ترجمہ: اور نازل کیا اللہ نے تم پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں (یا اللہ کے احکام) سے انکار ہو رہا ہے، اور ان کی ہنسی اڑائی جارہی ہے، تو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک وہ لوگ اس کو چھوڑ کر دوسری بات میں مشغول نہ ہو جائیں، ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے (سورہ نساء، آیت 140)

اور سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورة المائدة، رقم الآية 2)

ترجمہ: ''اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں میں) ایک دوسرے کی مدد مت کرو''۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن مجالس میں احکامُ اللہ کی نافرمانی کی جارہی ہو، یا ان کا کسی بھی طرح سے مذاق اڑایا جارہا ہو، تو ایسی محافل ومجالس میں شرکت کرنے سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے، اور نہ ہی ایسی چیزوں کو آگے پھیلانے اور پسند کرنے کا سبب بننا چاہیے، آج کل بہت جلدی ایسی چیزوں کو شیئر کر دیا جاتا ہے، جو کہ ایک طرح سے گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

www.idaraghufran.org

اچھے اور بُرے ساتھی کی مثال

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ، كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ، أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ، أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً (صحيح البخاری، رقم الحدیث 2101)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے، جیسے مشک والا اور لوہاروں کی بھٹی، پس مشک والے کے پاس سے تم بغیر فائدے کے واپس نہ ہوگے، یا تو اسے خریدو گے، یا اس کی خوشبو کو پاؤ گے، اور لوہار کی بھٹی آپ کے بدن کو یا آپ کے کپڑے کو جلا دے گی، یا تم اس کی بدبو سونگھو گے (بخاری)

معلوم ہوا کہ نیک ساتھی اور نیک مجلس میں حاضر ہونے سے اس کے کچھ نہ کچھ اچھے اثرات انسان پر ضرور پڑتے ہیں، اسی طرح گناہ کی مجالس اور مواقع میں حاضر ہونے سے اس کے بھی کچھ نہ کچھ بُرے اثرات انسان پر ضرور پڑتے ہیں، اور گناہ کی مجالس اور مواقع میں بلا عذر شریک ہونا، اسے پسند کرنے کی علامت ہے، جو کہ گناہ ہے۔

فتنوں کے دور میں سلامتی وعافیت والا طریقہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فتنے کا ذکر کیا، پھر فرمایا کہ جب لوگوں کے ساتھ عہد (ومعاہدوں) کی خلاف ورزی ہوگی، اور لوگوں کی امانتوں کو ہلکا سمجھا جائے گا (یعنی اُن کی ادائیگی کی اہمیت دِلوں میں نہ رہے گی) اور لوگ اس طرح (ایک دوسرے میں خلط ملط) ہوجائیں گے، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرلیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا، اور رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ ایسے وقت میں میں کیا طرزِعمل اختیار کروں، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے گھر کو لازم پکڑلو (یعنی اپنے گھر میں رہو) اور اپنی زبان کو اپنی ذات تک قابو میں رکھو، اور جو معروف (نیکی) دیکھو، اُسے اختیار کرو، اور جو منکر (بُرا کام) دیکھو، اُسے چھوڑ دو، اور اپنے اوپر اپنی ذات کے معاملات لازم رکھو، اور عام لوگوں کے معاملات کو اپنے سے چھوڑ دو (یعنی دوسروں کے معاملات میں نہ پڑو) (ابوداؤد، حدیث 4343)

معلوم ہوا کہ فتنوں کے دور میں دوسروں سے اُلجھنا اور ان کے معاملات میں پڑنا مناسب طریقہ نہیں، بلکہ ایسے حالات میں سلامتی وعافیت والا راستہ یہ ہے کہ خود گناہوں سے بچتے ہوئے، ان سے علیٰحدگی اختیار کرکے اپنے گھروں میں رہیں، اور فتنوں کو دیکھنے سے بھی پرہیز کریں۔

www.idaraghufran.org

قیامت سے پہلے فتنے تیز ہواؤں کی طرح آئیں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

سَتَكُوْنُ فِتَنٌ كَرِيَاحِ الصَّيْفِ، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِي، مَنِ اسْتَشْرَفَ لَهَا، اِسْتَشْرَفَتْهُ.

ترجمہ: عنقریب تیز ترین ہواؤں کی طرح فتنے رونما ہوں گے، جن میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، جو اُن فتنوں میں جھانکے گا، تو فتنہ اُس کو جھانک لے گا (یعنی اُس کو بھی کسی درجہ میں فتنہ پہنچ جائے گا) (صحیح ابنِ حبان، حدیث 5959)

حضرت سحیم بن نوفل فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

ترجمہ: تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جبکہ نمازی (یعنی دیندار لوگ) بھی ایک دوسرے سے لڑائی کریں گے؟ میں نے عرض کیا کہ کیا ایسا بھی ہوگا؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیو (ایسا بھی ہوگا) میں نے عرض کیا کہ (اگر میں وہ زمانہ پالوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟) تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، اور اپنے مکان میں چُھپ جانا اور نیکی کے کام کرتے رہنا، اور کسی بُرائی کی وجہ سے کسی نیکی کو نہ چھوڑنا (ابنِ ابی شیبہ، حدیث 38605)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط19)

''عقدُ الجید'' کا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (المتوفٰی: 1176ھ) رحمہ اللہ ''عقدُ الجید'' میں فرماتے ہیں کہ:

''اگر مفتی سے فتویٰ طلب کیا، تو وہ معذور شمار ہوگا، اگرچہ مفتی خطاء کار کیوں نہ ہو، اور اگر اس نے فتویٰ طلب نہیں کیا، لیکن اسے حدیث پہنچ گئی، لیکن اس نے نہ تو اس حدیث کے منسوخ ہونے کو جانا، اور نہ اس کی تاویل کو جانا، تو بھی امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس پر کفارہ واجب نہیں، کیونکہ ظاہرِ حدیث پر عمل کرنا واجب ہوا کرتا ہے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک کفارہ واجب ہوگا، کیونکہ عامی کے لیے خود سے حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ اسے ناسخ اور منسوخ کا علم نہیں ہوتا''۔

(عقد الجید فی أحکام الاجتهاد و التقلید، ص ۳۱، فصل فی العامی)

''الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف'' کا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ ''الانصاف'' میں فرماتے ہیں کہ:

''اگر کسی فقیہ سے فتویٰ طلب کیا، تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا، اگرچہ مفتی خطاء کار کیوں نہ ہو، اور اگر اس نے فتویٰ طلب نہیں کیا، لیکن اسے حدیث پہنچ گئی، لیکن اس نے نہ تو اس کے منسوخ ہونے کو جانا، اور نہ اس کی تاویل کو جانا، تو بھی امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس پر کفارہ واجب نہیں، کیونکہ ظاہرِ حدیث پر عمل کرنا واجب ہوا کرتا ہے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک کفارہ واجب ہوگا، کیونکہ عامی کے لیے خود سے

حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ اسے ناسخ اور منسوخ کا علم نہیں ہوتا''۔

(الإنصاف فی بیان أسباب الاختلاف،للدهلوی،ص۱۰۷)

معلوم ہوا کہ برصغیر کی معروف علمی شخصیت، جن کی فکر پر دارُ العلوم دیو بند کی بنیاد قائم کی گئی، کا رجحان بھی اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے قول کی طرف ہے۔

''حجةُ الله البالغة'' کا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ''حجةُ الله البالغة''میں اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اور اس (کتاب وسنت کے تتبع اور احکامِ شرعیہ کی معرفت) کا اوسط درجہ جو دونوں طریقوں کے درمیان ہے، یہ ہے کہ اس کو قرآن وسنت کی اتنی معرفت حاصل ہو کہ وہ فقہ کے بنیادی مجمع علیہا مسائل سے تفصیلی دلائل کے ساتھ معرفت کا تمکن حاصل کر سکتا ہو، اور اس کو بعض مسائلِ اجتہادیہ کا دلائل کے ساتھ اور بعض اقوال کی بعض پر ترجیح اور تخریجات کی تنقیح اور کامل و ناقص کی معرفت کا غایت درجہ علم ہو، اگر چہ اس کو کامل اجتہاد کے ذرائع حاصل نہ ہوں، جیسا کہ مجتہدِ مطلق کو کامل طریقہ پر حاصل ہوتے ہیں، تو اس جیسے شخص کے لیے دو مذہبوں کے درمیان تلفیق کرنا جائز ہے، جبکہ ان دونوں کی دلیل کو پہچان لے، اور یہ بات جان لے کہ اس کا قول ان چیزوں میں سے نہیں ہے، جس میں مجتہد کا اجتہاد نافذ نہیں ہوتا، اور اس میں قضائے قاضی کو قبول نہیں کیا جاتا، اور اس میں مفتیوں کا فتویٰ جاری نہیں ہوتا۔ [1]

اور ایسے شخص کو بعض ایسی تخریجات کو بھی ترک کرنا جائز ہے، جن کی طرف دوسرے علماء سبقت کر چکے ہیں، جب وہ ان تخریجات کی عدمِ صحت کو پہچان لے۔

اور اسی وجہ سے علماء، جو مطلق اجتہاد کا دعویٰ نہیں کرتے، وہ برابر مسائل تصنیف کرتے

---

[1] مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کو دو مذہبوں کے مسائل کے درمیان تلفیق جائز ہے، جب اسے یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس تلفیق کے نتیجے میں وہ مسئلہ مجتہد فیہ درجہ میں رہتا ہے، اور قضائے قاضی، اس میں نافذ ہو سکتی ہے، اور مفتی اس طرح کا فتویٰ جاری کر سکتا ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

رہے، اور مسائل مرتب کرتے رہے، اور تخریج وترجیح کا عمل انجام دیتے رہے۔ [1]
اور جب جمہور کے نزدیک اجتہاد ''تجزّی'' کو قبول کرتا ہے، تو تخریج وغیرہ بھی تجزی کو قبول کرتی ہے، اور اصل مقصود ''ظن'' کا حاصل ہونا ہے (یعنی ظن کے درجے میں اجتہاد کرنا، ترجیح دینا، اور تخریج کرنا ہے) اور اسی پر مکلّف ہونے کا مدار ہے، اور اس میں کوئی مستبعد چیز لازم نہیں آتی (جس پر کسی کا حیرت وتعجب کرنا درست نہیں) [2]
اور جو لوگ علم میں مذکورہ حضرات سے بھی کم درجے کے ہوں، تو ایسے شخص کا مذہب، اکثر وبیشتر، جو وارِد ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اپنے اصحاب، اور اپنے آباء اور اپنے علاقے والوں سے لیتا ہے، جو مذاہبِ متبعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔
اور جو نادر واقعات ہوتے ہیں، اس میں اس کے مفتی کے فتاویٰ کو لیا جاتا ہے، اور قضایا کے باب میں قاضی کے فیصلے کا اعتبار ہوتا ہے، اور اسی پر ہم نے ہر مذہب کے قدیم اور جدید محقق علماء کو پایا ہے، اور اسی کی ائمۂ مذاہب نے اپنے اصحاب کو وصیت کی ہے۔
چنانچہ ''الیواقیت والجواھر'' میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میری دلیل کو نہ پہچانے، اس کے لیے میرے قول پر فتویٰ دینا مناسب نہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، جب فتویٰ دیا کرتے تھے، تو وہ یہ فرمادیا کرتے تھے کہ یہ نعمان بن ثابت کی، یعنی ان کی اپنی رائے ہے، اور یہ رائے ہم جس پر قادر ہوئے، اس کے مطابق اچھی رائے ہے، پس جو شخص اس سے اچھی رائے لے آئے گا، تو وہ صواب کے زیادہ لائق ہوگی۔
اور امام مالک رحمہ اللہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہ جس کا کلام لیا اور رَد نہ کیا جاتا ہو، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔

---

[1] مگر ہمارے یہاں کچھ عرصہ سے علمی دنیا میں یہ مزاج بن گیا ہے کہ جو تخریجات وتفریعات، بلکہ ترجیحات پہلے مشائخ نے بیان کردیں، ان سے سرِ مو انحراف وتجاوز نہیں کیا جاسکتا، خواہ ایسا کرنے والا، اجتہادی صلاحیت کیوں نہ رکھتا ہو۔
یہ طرزِ عمل درست معلوم نہ ہوسکا۔ محمد رضوان

[2] ہم نے دیکھا کہ آج کل جزوی اجتہاد کے لیے بھی جملہ مسائل میں مطلق اجتہاد کی شرائط کو لازم کیا جاتا ہے، اور جس میں وہ شرائط نہ ہوں، اس کے لیے جزوی اجتہاد کو بھی گوارا نہیں کیا جاتا، جو کہ جمہور کے نزدیک مرجوح قول پر مبنی ہے۔ محمد رضوان

اور حاکم اور بیہقی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جب حدیث صحیح ہو، تو وہی میرا مذہب ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جب تم میرے کلام کو حدیث کے مخالف پاؤ، تو تم حدیث پر عمل کرو، اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو، اور ایک دن آپ نے امام مزنی سے فرمایا کہ اے ابراہیم! تم میری ہر بات کی تقلید نہ کیا کرو، اس سلسلے میں خود بھی غور وفکر سے کام لیا کرو، کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے، اور امام شافعی یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے قول میں حجت نہیں، اگرچہ وہ بہت زیادہ لوگ کیوں نہ ہوں (اس لیے جمہور کے قول کی مخالفت میں بھی اجتہاد کی گنجائش ہے) اور نہ قیاس میں، اور نہ کسی چیز میں حجت ہے، اور جو کچھ ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے، جس کو تسلیم کرنا چاہیے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کلام کی گنجائش نہیں، نیز انہوں نے ایک آدمی کو فرمایا کہ تم نہ تو میری تقلید کرو، اور نہ امام مالک کی تقلید کرو، اور نہ امام اوزاعی کی تقلید کرو، اور نہ امام نخعی کی تقلید کرو، اور نہ ان کے علاوہ کسی دوسرے کی تقلید کرو، اور تم احکام کو اسی طریقے سے لو، جس طریقے سے انہوں نے کتاب وسنت سے لیا۔

کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ فتویٰ دے، جب تک کہ وہ شرعی فتاویٰ میں علماء کے اقوال اور ان کے مذاہب کو نہ پہچان لے، پھر اگر کسی مسئلے کے بارے میں سوال کیا جائے، جس کے بارے میں وہ یہ بات جانتا ہے کہ جن علماء کے مذہب کو وہ لیتا ہے، وہ اس پر متفق ہیں، تو پھر یہ کہنے میں حرج نہیں کہ یہ جائز ہے، اور یہ ناجائز ہے، اور اس کا قول نقل کے طور پر ہونا چاہیے۔

اور اگر کسی مسئلے میں اختلاف ہو، تو پھر یہ کہنے میں حرج نہیں کہ یہ فلاں کے قول کے مطابق جائز ہے، اور فلاں کے قول کے مطابق جائز نہیں، اور اس کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ وہ بعض کے قول کو اختیار کر کے جواب دے، جب تک کہ اس کی دلیل کو نہ جان لے۔

اورامام ابو یوسف اورامام زفر وغیرہما رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی کے لیے ہمارے قول پر اس وقت تک فتویٰ دینا حلال نہیں، جب تک کہ وہ یہ نہ جان لے کہ ہم نے وہ بات کہاں سے کہی ہے۔

عصام بن یوسف رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بہت کثرت کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کو جو فہم دی گئی، وہ ہمیں نہیں دی گئی، اس لیے امام ابوحنیفہ نے اپنی فہم سے اس بات کا ادراک کرلیا، جس کا ادراک ہم نے نہیں کیا، اور ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم ان کے قول پر سمجھے بغیر فتویٰ دیں۔ [1]

اورامام محمد بن حسن سے مروی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ آدمی کے لیے فتویٰ دینا کس وقت حلال ہوتا ہے؟ امام محمد نے جواب میں فرمایا کہ جب اس کا ''صواب'' اس کی ''خطاء'' سے زیادہ ہوجائے۔

ابوبکر اسکاف بلخی سے مروی ہے کہ ان سے شہر کے ایسے عالم کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہاں پر اس سے بڑا عالم نہیں پایا جاتا کہ کیا اس کے لیے فتویٰ نہ دینے کی گنجائش ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اگر وہ اہلِ اجتہاد میں سے ہو، تو اس کے ترکِ فتویٰ کی گنجائش نہیں، عرض کیا گیا کہ اہلِ اجتہاد میں سے کس طرح ہوگا؟ تو انہوں نے

---

[1] لیکن آج بہت سے اہلِ علم کی طرف سے اس کے برعکس یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اگر اپنے امام کے قول کی دلیل نہ ملے، اور مضبوط دلیل اس کے خلاف ہو، یہاں تک کہ حدیث بھی خلاف ہو، تب بھی اس امام کے خلاف قول کرنا جائز نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسی دلیل ہو، جو ہمارے علم میں نہ آئی ہو۔

مگر اس دعوے کا درست نہ ہونا اوپر کی عبارت میں گزر چکا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم اپنے سامنے آنے والی دلیل کے مکلّف ہیں۔

اسی طرح آج کل یہ دعویٰ بھی بہت عام ہوگیا ہے کہ جس کسی حدیث کی سند کمزور ہو، اور وہ کسی امام کی دلیل بنتی ہو، تو یہ کہا جاتا ہے کہ ہم تک تو یہ حدیث ضعیف سند سے پہنچی ہے، لیکن ہمارے امام تک وہ حدیث معتبر سند سے پہنچی ہوگی، اس لیے ان کا استدلال کرنا درست ہوا، اور ہمیں اس کی اتباع وتقلید کرنا بھی درست ہوا۔

حالانکہ ہم اپنے نزدیک حدیث کی سند کے مکلّف ہیں، جس طرح وہ امام اپنے نزدیک مکلّف تھا۔

لہٰذا علمی وفقہی اعتبار سے اس طرح کی دلیلیں زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں، اگرچہ ان کو بعض لوگوں نے اہمیت کیوں نہ دے رکھی ہو۔ محمد رضوان۔

جواب میں فرمایا کہ وہ مسائل کی علتوں کو پہچانتا ہو، اور اس کے اہلِ عصر جب اس کی مخالفت کریں، تو ان سے مناظرہ کرتا ہو۔

کہا گیا ہے کہ اجتہاد کی ادنیٰ شرط مبسوط کو یاد کرنا ہے۔ انتھٰی۔

اور ''البحرُ الرائق'' میں ابواللیث سے مروی ہے کہ ابونصر سے ایک مسئلے کے بارے میں سوال کیا گیا، جو ان پر پیش کیا گیا تھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں، آپ کے پاس چار کتابیں موجود ہیں، ایک ''ابراہیم بن رستم کی کتاب'' اور ''خصاف'' کی ''ادبُ القاضی'' اور ''کتابُ المجرد'' اور ''کتابُ النوادر'' ہشام کی طرف سے، تو کیا ہمارے لیے ان کتابوں سے فتویٰ دینا جائز ہے، یا نہیں، جب کہ یہ کتابیں آپ کے نزدیک قابلِ تعریف ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہمارے اصحاب سے جو بات صحیح طور پر منقول ہے، تو یہ محبوب اور مرغوب اور پسندیدہ علم ہے، جہاں تک فتویٰ کا تعلق ہے، تو میری رائے کے مطابق کسی کے لیے، کسی ایسی چیز کا فتویٰ دینا جائز نہیں، جس کو وہ سمجھتا نہ ہو، اور ایسی صورت میں وہ لوگوں کے بوجھ کو نہ اٹھائے، پھر اگر مشہور مسائل ہوں، اور راجح ہوں، اور ہمارے اصحاب سے واضح ہوں، تو مجھے امید ہے کہ ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

اور مذکورہ کتاب میں ہی ہے کہ اگر کسی نے حجامہ کرایا، یا غیبت کی، پھر اس نے یہ سمجھا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا، پھر اس نے کھا پی لیا، تو اگر اس نے کسی فقیہ سے فتویٰ طلب نہیں کیا، اور نہ ہی اس کو حدیث پہنچی، تو اس پر کفارہ واجب ہوگا، کیونکہ یہ جہلِ محض ہے، جو کہ دارُ الاسلام میں عذر نہیں، اور اگر کسی نے کسی فقیہ سے فتویٰ لیا، جس نے اس کے روزہ فاسد ہونے کا فتویٰ دے دیا، تو اس پر کفارہ واجب نہیں، اس لیے کہ عامی پر عالم کی تقلید واجب ہے، جب اس عالم کے فتوے پر اعتماد کیا جاتا ہو، تو وہ اپنے عمل میں معذور ہوگا، اگرچہ مفتی اپنے فتویٰ میں خطاء کار کیوں نہ ہو۔

اور اگر اس نے کسی سے فتویٰ نہیں لیا، لیکن اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ''افطر

الحاجم والمحجوم ''پہنچ گئی، لیکن اس نے، نہ تو اس کے منسوخ ہونے کو جانا، اور نہ اس کی تاویل کو جانا، تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس پر کفارہ واجب نہیں، کیونکہ ظاہرِ حدیث پر عمل واجب ہوتا ہے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک کفارہ واجب ہوگا، کیونکہ عامی کے لیے خود سے حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ اسے ناسخ اور منسوخ کا علم نہیں ہوتا۔

اور اگر کسی نے عورت کو چھوا، یا شہوت سے بوسہ لیا، یا سرمہ لگایا، اور اس نے یہ گمان کیا کہ اس کا روزہ فاسد ہوگیا، پھر اس نے کھا پی لیا، تو اس پر کفارہ لازم ہوگا، الَّا یہ کہ اس نے کسی فقیہ سے فتویٰ لیا، اور اس نے مذکورہ صورتوں میں اس کے روزہ فاسد ہونے کا فتویٰ دیا، یا اس کو حدیث پہنچی، جس میں روزہ فاسد ہونے کا ذکر تھا (تو پھر کفارہ واجب نہ ہوگا، جس کی وجہ پہلے ذکر کی جا چکی ہے)

اور اگر کسی نے زوال سے پہلے روزہ کی نیت کی، پھر روزہ توڑ دیا، تو اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کفارہ واجب نہیں ہوگا، اور صاحبین کے نزدیک کفارہ واجب ہوگا، محیط میں اسی طرح ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ عامی کا مذہب، اس کے مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے، اور محیط ہی کے ''**قضاءُ الفوائت**'' کے باب میں ہے کہ اگر وہ عامی تھا، جس کا کوئی معین مذہب نہیں تھا، تو اس کا مذہب اس کے مفتی کا فتویٰ ہی ہوتا ہے، جیسا کہ انہوں نے صراحت کی ہے، پس اگر حنفی نے اس کو فتویٰ دیا، تو وہ عصر اور مغرب کا اعادہ کرے گا، اور اگر اس کو شافعی نے فتویٰ دیا، تو ان نمازوں کا اعادہ نہیں کرے گا، اور اس کی اپنی رائے کا اعتبار نہیں ہوگا، اور اگر اس نے کسی سے بھی استفتاء نہیں کیا، یا اس کی رائے کسی مجتہد کے مذہب کے موافق ہوگئی، تو جائز ہوگا، اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہوگا۔ [1]

ابنِ صلاح نے فرمایا کہ جو شافعیہ میں سے کسی حدیث کو پائے، جو اس کے مذہب کے

[1] یہی بات پیچھے علامہ عبدالغنی نابلسی کے حوالہ سے گزر چکی ہے۔محمد رضوان

www.idaraghufran.org

مخالف ہے،تو وہ اس میں غور کرے گا، اگر اس میں مطلق اجتہاد کی صلاحیت ہو، یا اس باب میں، یا اس مسئلے میں اجتہاد کی صلاحیت ہو،تو وہ اس مسئلہ پر عمل میں خود مختار رائے رکھے گا، اور اگر اس میں اجتہاد کی مکمل صلاحیت نہ ہو، اور اس پر تحقیق کے بعد اس حدیث کی مخالفت کرنا دشوار ہو،اوراس حدیث کے متعلق،کسی شافی جواب کو نہ پاتا ہو،تو اس کے لیے اس حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، جبکہ اس حدیث پر امام شافعی کے علاوہ کسی مستقل امام نے عمل کیا ہو،اوراس مسئلے میں وہ اپنے امام کے مذہب کو ترک کرنے میں معذور شمار ہوگا، اوراس رائے کو نووی نے اچھا سمجھا ہے، اوراسی رائے کو انہوں نے برقرار رکھا ہے''۔

(حجة اللّٰه البالغة، ج ا ،ص ۲۶۹ ،باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبعدها)

مذکورہ عبارت کے آخری حصہ کو وہ حضرات ضرور ملاحظہ فرمالیں ، جو معتبر حدیث کے خلاف اپنے امام کے قول کی طرف سے کوئی شافی جواب نہیں پاتے ،اور دور دراز کی تاویلات وتوجیہات کر کے بالآخر اپنے امام کا سر ہی اونچا کرنے کے متمنی رہتے ہیں ،اور معتبر حدیث میں بے جا تاویلات کرنے میں ذرا جھجک اور خوف محسوس نہیں کرتے۔ یہ حالت انتہائی قابلِ توجہ ہے۔

صالح بن محمدالعَمْری الفُلّانی کا حوالہ

شیخ صالح بن محمدالعَمْری الفُلّانی (المتوفیٰ:1218ھ)اپنی تالیف ''إیقاظ همم أولی الأبصار للاقتداء بسید المهاجرین والأنصار ''میں فرماتے ہیں کہ:

''اور یہ تمام تر کلام ''عامی'' شخص کے حق میں ہے، جب اتفاقاً اس کو حدیث کی صحت، اوراس کے معنیٰ کی معرفت حاصل ہوجائے ،اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ اہلِ اجتہاد میں سے کسی نے اس حدیث کو لیا ہے (کہ اس صورت میں بالاتفاق اس کو حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، اس صورت میں امام ابو یوسف کا بھی اختلاف نہیں) اور رہا وہ شخص ، جس کو مذکورہ اہلیت حاصل ہو، تو اس کے حق میں حدیث کو اختیار کرنے کا حکم ، زیادہ تاکیدی اور زیادہ واجب ہے، جبکہ اس حدیث کو بعض ائمہ نے لیا ہو، اوراس شخص کا

مذکورہ امر کے ظاہر ہونے کے بعد، کسی کی بھی تقلید کرتے ہوئے، مذکورہ حدیث کی خلاف ورزی کرنا، بہت زیادہ قابلِ خوف طرزِ عمل ہے، اور ایسا کیونکر نہیں ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم “(یعنی ”ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے، جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، اس بات سے کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے، یا انہیں عذابِ الیم پہنچے)

اور آپ یہ بات جان چکے ہیں کہ مجتہدین کی تقلید کا تقاضا بھی یہی ہے کہ حدیث کو لیا جائے، کیونکہ وہ یہ واضح فرما چکے ہیں کہ تم ہمارے قول کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی وجہ سے ترک کردو، فلہٰذا اس صورت میں ان کی (مجتہدین کی حدیث کے برخلاف اقوال میں) مذکورہ تقلید کرنا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو ترک کرنا ہے، اسی طرح مجتہدین کی حقیقی تقلید کو بھی ترک کرنا ہے، خاص طور پر جب کہ کسی انسان کے لیے یہ بات ظاہر ہوجائے کہ یہ حدیث مشہور ائمہ میں سے، کسی کے مذہب کے موافق ہے، اور اس کے سامنے اپنے امام کے مذہب کی موافقت میں کوئی ایسی دلیل ظاہر نہ ہو، جو معتمد علیہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو، بطورِ خاص جب ان حضرات کی طرف سے، یہ بات ظاہر ہوجائے، جن کا قابلِ اتباع ہونا معتبر سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے جس چیز کو اپنے امام کے مذہب کے موافق پایا، وہی قابلِ اعتماد ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے، تو ایسی صورت میں مسلمان کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ (حدیث کے برخلاف) تقلید پر جمود اختیار کرے، اس کے باوجود اگر وہ جمود اختیار کرے گا، تو وہ ان لوگوں کے مشابہ ہوجائے گا، جن کے متعلق، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”ولئن أتيت الذين أوتوا الكتاب بكل آية ما تبعوا قبلتك “پس جس کے سامنے صحیح حدیث ظاہر ہوگئی، جو اعتماد کرنے کے قابل ہے، اور اس نے یہ بات جان لی کہ ائمہ میں سے کسی نے اس کو لیا ہے، تو اس کو چاہئے کہ وہ اس حدیث کو لے لے، اور اس کے لئے یہ مانع نہیں کہ وہ فلاں کا مذہب ہو، یا فلاں کا مذہب ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے کہ''فإن تنازعتم فی شیء فردوہ إلی اللّٰہ والرسول ''اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے میں یہ بھی داخل ہے کہ اختلاف وتنازع کے وقت آپ کی حدیث کو لیا جائے، اوراختلاف وتنازع، ائمہ کے درمیان واقع ہو چکا ہے، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو لینا، اوراس کی طرف رجوع کرنا، واجب ہو جائے گا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ظاہر ہو جائے......۔

اور مذکورہ صورت میں اس حدیث پر عمل کرنا، کیونکر واجب نہیں ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ''وأطیعوا اللّٰہ وأطیعوا الرسول''،اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ''وما أرسلنا من رسول إلا لیطاع بإذن اللّٰہ''اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ''علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء من بعدی''نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ''لیبلغ الشاھد منکم الغائب''مذکورہ نصوص میں اہلِ اجتہاد کی کوئی قید نہیں لگائی گئی ہے، پس جب کسی کو سنت پہنچے، تو اس کے لئے مذکورہ کمزور عذر کی بناء پر اس سے اعراض کرنا، کیونکر جائز ہوسکتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''فلیحذر الذین یخالفون عن أمرہ ''اورقرآن، ان جیسی آیات سے بھرا ہوا ہے............۔

اور تعجب ہے کہ یہ لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ مجتہد خطا کار بھی ہوتا ہے، اور مصیب بھی ہوتا ہے، اور یہ مقلدین کے عقائد میں داخل ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطاء سے معصوم ہیں، پھر ان تمام باتوں کے باوجود یہ لوگ مجتہد کے کلام پر مُصر رہتے ہیں، جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو ترک کر بیٹھتے ہیں''۔

(إیقاظ ھمم أولی الأبصار للاقتداء بسید المھاجرین والأنصار، ص ۱۸۲ الیٰ ۱۸۸، المقصد الأول فیما قال الإمام أبو حنیفۃ وأصحابہ أھل المناقب المنیفۃ ، باب من یصلح للفتویٰ ، الناشر: دارالفتح للنشر والتوزیع، الشارقۃ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۷م)

مولانا شاہ اسماعیل شہید کا حوالہ

حضرت مولانا سید اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے کچھ طلبہ نے سوالات کیے، جن کے حضرت نے

www.idaraghufran.org

جوابات دیئے،ان سوالات وجوابات کا ایک اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

طلبہ کا سوال:...... آپ امام ابوحنیفہ کو کیسا سمجھتے ہیں؟

مولانا اسماعیل شہید کا جواب:......ایک بڑا زبردست فقیہ،فخرِ مسلمین خیال کرتا ہوں۔

طلبہ کا سوال:...... جو فقہی مسائل ان (یعنی امام ابوحنیفہ) کے ہیں،آپ انہیں تسلیم کرتے اور مانتے ہیں؟

مولانا اسماعیل شہید کا جواب:...... اکثر کو تسلیم کرتا ہوں،مگر بعض وہ مسائل،جو حدیث میں موجود ہیں (ان کو تسلیم نہیں کرتا)۔

طلبہ کا سوال:...... آپ میں اتنی سمجھ ہوگئی کہ آپ ان (یعنی امام ابوحنیفہ) کے بعض فقہی مسائل کو ناپسند،اور اکثر کو پسند کرنے کے مجاز ہیں؟

مولانا اسماعیل شہید کا جواب:...... نہیں،حاشا وکلا! یہ میں نے دعویٰ نہیں کیا، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ امام اعظم کو جو حدیث نہیں پہنچی، اور وہاں انہوں نے اپنی رائے سے (کوئی دوسرا حکم) بیان کیا،اوراس کے خلاف حدیث موجود ہے،تو ہمارا فرض ہے کہ حدیثِ نبوی کے آگے،امام اعظم کا قول،یارائے تسلیم نہ کریں۔

طلبہ کا سوال:...... اور جو اس کے خلاف کرلے (یعنی حدیث کے برخلاف امام ابوحنیفہ کے قول کو ہی مانے) اسے آپ کیا کہتے ہیں؟

مولانا اسماعیل شہید کا جواب:...... ابھی تک میں نے اس کی بابت غور نہیں کیا، پھر بھی میں اتنا کہتا ہوں، چاہے میرا خیال درست ہو، چاہے نادرست، کہ وہ اچھا نہیں کرتا، کیونکہ امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ ”اگر میرے قول کے خلاف کوئی حدیث ملے،تو اس میرے قول کو نہ مانو“۔

طلبہ کا سوال:...... کیا امام اعظم،حدیث نہیں جانتے تھے؟

مولانا اسماعیل شہید کا جواب:...... جانتے کیوں نہیں تھے،مگر وہ

www.idaraghufran.org

زمانہ احادیث کی اختراعات کا ایسا غضب ناک تھا کہ یکا یک ہر حدیث کو تسلیم کرتے ہوئے ڈرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ نے اکثر مسائل میں اپنی رائے (واجتہاد) سے کام لیا ہے۔ [1]

طلبہ کا سوال:...... کیا اس سے وہ ملزم ٹھہر سکتے ہیں؟

مولانا اسماعیل شہید کا جواب:...... نہیں، ہرگز نہیں! ان کا دامنِ تقدس ہر بے جا الزام سے بالکل پاک ہے، ہاں اگر یہ کہتے کہ "صحیح حدیث پہنچنے پر بھی تم میرے قول پر عمل کیے جاؤ" تب تو جائے اعتراض ہوسکتی ہے، اور جب وہ یہ نہیں فرماتے، پھر ان پر کسی طور کا الزام قائم کرنے والا جھوٹا ہے (حیاتِ طیبہ، ص ۵۸، ۵۹، مؤلفہ: مولانا مرزا حیرت دہلوی مرحوم، مطبوعہ: ثنائی برقی پریس، امرتسر، رمضان ۱۳۵۱ھ، جنوری 1933ء)

مذکورہ جواب کا خلاصہ

مذکورہ عبارات کا خلاصہ یہ نکلا کہ "**الاقتصاد فی التقلید و الاجتهاد**" کی جو عبارت سوال میں ذکر کی گئی ہے، اس میں "**الهداية**" میں مذکور جس مسئلہ کی دلیل کو مستدل بنایا گیا ہے، وہ حنفیہ کے نزدیک راجح نہیں، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول اور حنفیہ کی ظاہرُ الروایت اس کے خلاف ہے، جس کے پیشِ نظر عامی شخص کا مذہب متعین نہیں ہوتا، اور اس کو حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی، بلکہ اہلُ الحدیث کے فتوے پر عمل کر لینا جائز ہوتا ہے۔

اور اگر عامی شخص نے کوئی حدیث پڑھی، یا سنی، اور اسے اس حدیث کے متعلق مجتہد وامام کی طرف سے منسوخ وغیرہ کی تاویل معلوم نہ ہوسکی، اور اس نے اس حدیث پر عمل کر لیا، تو بھی وہ بدرجہ اولیٰ گناہ گار نہیں ہوتا، لہٰذا سوال میں جن صاحب کا جو دعویٰ ذکر کیا گیا ہے، وہ خود ان کے خلاف لوٹتا ہے۔

(جاری ہے............)

[1] ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کو جو حدیث نہیں پہنچی، یا جس کی سند، یا دلالت پر اطمینان نہ ہوا، وہاں اس کے بجائے، قیاس واجتہاد سے کام لیا، اور اس اجتہاد پر وہ ماجور ہیں، اگرچہ وہ قول فی الواقع، یا دوسرے کی نظر میں مرجوح، یا خطاء پر مبنی، اور حدیث کے خلاف کیوں نہ ہو، جیسا کہ اگلے سوال کے جواب میں آتا ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی تحقیق (قسط 2)

تکرارِ جنازہ کی تحقیق

جہاں تک میت پر ایک سے زیادہ مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے مسئلہ کا تعلق ہے، اور بنیادی سوال بھی اس موقع پر یہی ہے، تو اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے ایک تو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ حنفیہ سمیت، اکثر فقہائے کرام کے نزدیک، نمازِ جنازہ کے لیے "جماعت" شرط نہیں۔

(ملاحظہ ہو: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۶ ص ۱۸، مادة "جنائز" ج ۲۷ ص ۱۶۷، مادة "صلاة" المبسوط للسرخسی، ج ۲ ص ۱۲۶، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی الجنازة)

اور اگر میت کا ولی، خود جنازہ پڑھ لے، یا دوسرے کو جنازہ پڑھنے کی اجازت دے دے، تو اس سے ولی کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: المحیط البرهانی، ج ۲ ص ۲۰۰، کتاب الصلاة، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز)

اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ میت کی نمازِ جنازہ پڑھنے پڑھانے کا حق کس کو پہلے حاصل ہے؟ اس بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک میت کے نمازِ جنازہ کے لئے سلطان، یا اس کے نائب کا حق سب سے مقدم ہے، پھر محلّہ کے امام کا، پھر میت کے ولی کا "نکاح میں عصبہ کی ترتیب کے مطابق"۔

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے نزدیک سلطان، یا اس کے نائب پر دوسرے حضرات مقدم ہیں، کسی کے نزدیک وصی، اور کسی کے نزدیک میت کا ولی، پھر اس کے بعد دوسرے افراد کا حق ہے۔

(ملاحظہ ہو: الفقه علی المذاهب الأربعة، لعبد الرحمٰن الجزیری، ج ۱، ص ۴۷۶، و ۴۷۷، مباحث صلاة الجنازة، مبحث الأحق بالصلاة علی المیت)

اس کے بعد عرض ہے کہ میت پر ایک سے زیادہ مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے بارے میں بھی فقہاء کے مذاہب واقوال مختلف ہیں۔

www.idaraghufran.org

حنفیہ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اگر میت کے ولی نے نمازِ جنازہ پڑھ لی، یا اس کی اجازت سے (خواہ اجازت صراحتاً ہو، یا دلالتاً) کسی اور نے پڑھائی، تو ان صورتوں میں دوبارہ، میت کی نمازِ جنازہ پڑھنا، حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔

اور اگر میت کے ولی نے نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، اور نہ ہی اس کی صراحتاً، یا دلالتاً اجازت سے پڑھی گئی، تو اس صورت میں ولی اس کی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے، لیکن اس دوسری نمازِ جنازہ میں بھی صرف وہ لوگ شریک ہو سکتے ہیں، جو پہلی مرتبہ نمازِ جنازہ میں شریک نہیں ہوئے تھے، اور جو لوگ پہلی نمازِ جنازہ میں شریک تھے، ان کے لیے دوسری جماعت میں شریک ہونا درست نہیں ہے۔

حنفیہ کے علاوہ بہت سے مالکیہ کے نزدیک بھی ایک مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھ چکنے کے بعد دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

البتہ شافعیہ اور حنابلہ، اور جمہور اصحابِ حدیث، اور بعض مالکیہ کے نزدیک، ایک مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد، دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، بلکہ دفن کے بعد قبر پر بھی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

بعض حضرات نے جمہور کا یہی قول بیان کیا ہے۔

البتہ فوت ہونے کے کتنے عرصہ بعد تک قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، اس جزوی مسئلہ میں ان فقہاء کا باہم کچھ اختلاف ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(ملاحظہ ہو: عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج۸، ص۲۶، کتاب الجنائز، باب الإذن بالجنازة، بذل المجھود فی حل سنن أبی داود، ج۱۰، ص۴۹۲، باب الصلاة علی القبر، الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ، ج۲، ص۱۵۳۰، الباب الثانی: الصلاة، الفصل العاشر: أنواع الصلاة، المبحث الثامن: صلاة الجنازة، المطلب الثانی: حقوق المیت)

اور واقعہ یہ ہے کہ "انتقالِ میت کے" گزشتہ مسئلہ کی طرح "تکرارِ جنازہ کا" یہ مسئلہ بھی اجتہادی و اختلافی نوعیت کا ہے، جس کو اپنے درجہ پر رکھنا چاہیے اور اس میں کسی ایک موقف پر سختی و تشدد نہیں کرنا چاہیے۔

موجودہ زمانے کے اصحابِ افتاء کو بھی چاہیے کہ اس قسم کے مسائل کو باہمی نزاع اور بغض و عداوت کا ذریعہ نہ بنائیں، اس قسم کے اختلاف کی وجہ سے، ایک دوسرے کی طرف ضلالت و گمراہی کے فتوے صادر کرنے سے اجتناب فرمائیں، جس سے امت کی پہلے ہی کمر ٹوٹ چکی ہے، اور اس کو

www.idaraghufran.org

بنیاد بنا کر، دشمنانِ اسلام برابر، اپنے مذموم عزائم پورے کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

مگر افسوس کہ مسلمانوں کے بہت سے دینی مدارس ومکاتیب میں رات ودن اس قسم کے مسائل میں ایک دوسرے کے خلاف تشدد وتعصب کی تعلیم دی جاتی ہے، اوراس کوعظیم کارِ خیر تصور کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں متعلمین کا یہ ذہن بن جاتا ہے کہ اپنے اساتذہ ومعلمین کے بیان کردہ اور ترجیح شدہ مذہب وقول کی نصرت ومدداوراس کی اشاعت کرنااوراس کے برخلاف اقوال کی تردید کرنا ہی دراصل دین کی عظیم خدمت ہے، جس خدمت کی انجام دہی میں پھر وہ رات ودن مشغول نظر آتے ہیں، اوراس کی وجہ سے کئی قسم کے منکرات ومفاسد میں مبتلا ہوتے ہیں۔

تکرارِ جنازہ سے متعلق احادیث وروایات اورآثار

جوحضرات ایک سے زیادہ مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے جائز ہونے کے قائل ہیں، جیسا کہ امام شافعی، امام احمداوراسحاق بن راہویہ وغیرہ، وہ ان احادیث وروایات اورآثار سے استدلال کرتے ہیں، جن میں تدفین کے بعد بھی نمازِ جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے، اورتدفین سے پہلے نمازِ جنازہ پڑھنے کا معاملہ اس سے ہلکا ہے، جبکہ بعض آثار میں تدفین سے پہلے دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کا صراحتاً ثبوت ملتا ہے۔

اور جوحضرات ایک سے زیادہ مرتبہ نمازِ جنازہ پڑھنے کوناجائز قرار دیتے ہیں، جیسا کہ حنفیہ، اور بعض مالکیہ، انہوں نے اس طرح کی احادیث وروایات کے مختلف جوابات دیے ہیں، مثلاً یہ کہ یہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے، یااس صورت پرمحمول ہے جبکہ کسی کونمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن کردیا گیا ہو، یا میت کے ولی نے نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو، اوراس کی اجازت کے بغیر دوسروں نے نمازِ جنازہ پڑھ لی ہو، وغیرہ وغیرہ۔

فقہائے کرام اورمجتہدینِ عظام نے اس سلسلہ میں جن احادیث وروایات اورآثار سے استدلال کیا ہے، پہلے وہ ملاحظہ فرمائیں، جن کے ضمن میں فقہائے کرام کے اپنے اپنے مستدلات کا بھی اجمالی ذکر کردیا گیا ہے۔

اس کے بعدان شاءاللہ تعالیٰ مختلف فقہائے کرام واصحابِ علم کی عبارات ذکر کی جائیں گی۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

صحیح بخاری میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَمَاتَ بِاللَّيْلِ، فَدَفَنُوهُ لَيْلًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوهُ، فَقَالَ :مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُونِي؟ قَالُوا : كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا، وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ أَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ(صحيح البخارى ، رقم الحديث : ١٢٤٧)

ترجمہ: ایک انسان مرگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کیا کرتے تھے، وہ رات میں فوت ہوگیا، پھر لوگوں نے اس کو رات میں دفن کردیا، پھر جب صبح ہوئی، تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں مجھے اس کے علم سے کس چیز نے منع کیا تھا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ رات کا وقت تھا اور اندھیرا تھا، تو ہم نے اس بات کو ناپسند کیا کہ آپ کو مشقت میں ڈالیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فوت شدہ شخص کی قبر کے پاس تشریف لائے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی (بخاری)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَرَّ بِقَبْرٍ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا، فَقَالَ :مَتَى دُفِنَ هَذَا؟ قَالُوا :الْبَارِحَةَ، قَالَ :أَفَلاَ آذَنْتُمُونِي؟ قَالُوا :دَفَنَّاهُ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا أَنْ نُوقِظَكَ، فَقَامَ، فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَأَنَا فِيهِمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ(صحيح البخارى ، رقم الحديث : ١٣٢١)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قبر کے قریب سے ہوا، جس کو رات میں دفن کیا گیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ اس کی کب تدفین کی گئی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ رات کے وقت میں کی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں آگاہ نہیں کیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے اس کی رات کے اندھیرے میں تدفین کردی تھی، اور ہمیں یہ بات ناگوار معلوم ہوئی کہ آپ کو نیند سے

www.idaraghufran.org

بیدار کریں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان (نمازِ جنازہ پڑھنے والوں) میں شامل تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ:

”أَفَلاَ آذَنْتُمُونِي؟مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُونِي؟ “

اس کا مطلب یہ تھا کہ نمازِ جنازہ وغیرہ کے لئے کا اعلان سنت و مستحب ہے، اور بطورِ خاص مجھے آگاہ کرنے کی زیادہ ضرورت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، پس تم نے مجھے اس کے دفن کرنے سے پہلے آگاہ کیوں نہ کیا؟

(ملاحظه هو:المنهاج شرح صحيح مسلم،للنووی، ج۷،ص ۲۶،کتاب الجنائز ،عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ج۸،ص ۱۲۱،کتاب الجنائز،باب صفوف الصبيان مع الرجال على الجنائز ،و ج۸،ص ۲۴،کتاب الجنائز،باب الإذن بالجنازة)

اور یہ بات صحابہ کی شان سے بعید ہے کہ انہوں نے میت کو جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا ہو۔

اس حدیث سے ان فقہائے کرام نے دلیل پکڑی ہے، جو ایک مرتبہ نمازِ جنازہ کے بعد دوبارہ نمازِ جنازہ کو جائز قرار دیتے ہیں، خواہ میت کی تدفین کیوں نہ ہو چکی ہو، اور خواہ دوسری مرتبہ نمازِ جنازہ جماعت کے ساتھ کیوں نہ پڑھا جائے۔

(ملاحظه هو:عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ج۸،ص ۱۳۱،کتاب الجنائز،باب صلاة الصبيان مع الناس على الجنائز،لمعات التنقيح فی شرح مشكاة المصابيح، ج۴،ص ۱۳۶،کتاب الجنائز،باب المشی بالجنازة و الصلاة عليها)

اور امام ترمذی نے ”سننُ الترمذی “ میں حضرت شعبی سے روایت کیا ہے کہ:

أَخْبَرَنِي مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَأَى قَبْرًا مُنْتَبِذًا فَصَفَّ أَصْحَابَهُ خَلْفَهُ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، فَقِيلَ لَهُ :مَنْ أَخْبَرَكَهُ؟ فَقَالَ :ابْنُ عَبَّاسٍ، وَفِي البَاب عَنْ أَنَسٍ، وَبُرَيْدَةَ وَيَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَعَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، وَأَبِي قَتَادَةَ، وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ.

حَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ

www.idaraghufran.org

أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ، "وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ :لَا يُصَلَّى عَلَى القَبْرِ ,وَهُوَ قَوْلُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ " :إِذَا دُفِنَ الْمَيِّتُ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ، صُلِّيَ عَلَى القَبْرِ وَرَأَى ابْنُ الْمُبَارَكِ الصَّلَاةَ عَلَى القَبْرِ، وقَالَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ :يُصَلَّى عَلَى القَبْرِ إِلَى شَهْرٍ، وَقَالَا أَكْثَرُ مَا سَمِعْنَا عَنْ ابْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى قَبْرِ أُمِّ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ بَعْدَ شَهْرٍ (سنن الترمذی، رقم الحدیث : ۱۰۳۷، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی الصلاۃ علی القبر)

ترجمہ: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے شخص نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اکیلی قبر دیکھی، پھر اپنے صحابۂ کرام کی اپنے پیچھے صف بندی کرائی، اور اس کی قبر پر نماز پڑھی، حضرت شعبی سے سوال کیا گیا کہ آپ کو اس واقعہ کی کس نے خبر دی؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں حضرت انس، حضرت بریدہ، حضرت یزید بن ثابت، حضرت ابو ہریرہ، عامر بن ربیعہ، ابوقتادہ اور سہل بن حنیف کی احادیث آئی ہیں۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے، اور اس حدیث پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام اور دیگر اکثر اہلِ علم حضرات کا عمل ہے، اور امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات کا کہنا یہ ہے کہ قبر پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، یہ امام مالک بن انس کا قول ہے، اور عبداللہ بن مبارک کا قول یہ ہے کہ اگر میت کو نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن کردیا جائے، تو قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، اور ابنِ مبارک کی رائے یہ ہے کہ قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، اور امام احمد اور امام اسحاق کا قول یہ ہے کہ تدفین کے بعد ایک مہینہ تک قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، ان دونوں حضرات نے

فرمایا کہ ہم نے ابنِ مسیّب کی سند سے اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ یہ سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن عبادہ کی والدہ کی قبر پر ایک مہینہ کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی تھی (ترمذی)

مجتہدینِ عظام اور فقہائے کرام کے تفصیلی اقوال کا ذکر آگے الگ فصل میں آتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ أَوِ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَ يَقُمُّ المَسْجِدَ فَمَاتَ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ، فَقَالُوا :مَاتَ، قَالَ :أَفَلاَ كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي بِهِ دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ -أَوْ قَالَ قَبْرِهَا -فَأَتَى قَبْرَهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا (صحيح البخارى،رقم الحديث ۴۵۸)

ترجمہ: ایک سیاہ فام شخص، یا سیاہ فام عورت جو مسجد میں مقیم تھا، وہ فوت ہوگیا، جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا، تو لوگوں نے جواب میں کہا کہ وہ فوت ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھے اس کے بارے میں کیوں خبر نہیں دی؟ تم مجھے اس کی قبر کا بتلاؤ، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر آئے اور اس (کی قبر) پر نمازِ جنازہ پڑھی (بخاری)

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ -أَوْ شَابًّا -فَفَقَدَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عَنْهَا -أَوْ عَنْهُ -فَقَالُوا :مَاتَ، قَالَ :أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي قَالَ :فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا -أَوْ أَمْرَهُ -فَقَالَ :دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ فَدَلُّوهُ، فَصَلَّى عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ :إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا، وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ (مسلم، رقم الحديث : "٧١" ٩٥٦)

ترجمہ: ایک سیاہ فام عورت جو مسجد میں مقیم تھی، یا وہ نوجوان شخص تھا، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غائب پایا، تو اس کے بارے میں سوال کیا، لوگوں نے جواب میں کہا کہ وہ فوت ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں خبر نہیں دی؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گویا کہ لوگوں نے اس کے معاملے کو ہلکا سمجھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے اس کی قبر کا پتہ بتلاؤ، لوگوں نے اس کی قبر بتلائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی (قبر پر) نمازِ جنازہ پڑھی، اور پھر فرمایا کہ یہ قبریں، قبر والوں پر اندھیروں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں، اور بے شک اللہ عزوجل ان کو میری نماز پڑھنے سے منور فرما دیتا ہے (مسلم)

اس روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پڑھنے کو، قبروں کے لیے باعثِ نور قرار دیا گیا ہے، جبکہ بعض روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پڑھنے کو، باعثِ رحمت کہا گیا ہے، جس پر کلام آگے آتا ہے۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط80 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کی تلقین

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت کے لیے منتخب کرلیا گیا، تو ان کو احکامات کی صورت میں ایک تختیوں پر لکھا ہوا ایک ضابطۂ حیات دیا گیا، جس میں ہر قسم کی نصیحت، اور ہر چیز کے بارے میں تفصیل موجود تھی۔

اسی کے ساتھ ان کو فرمادیا گیا کہ ان تختیوں کو وہ اس عزم کے ساتھ پکڑلیں کہ اس میں موجود احکام پر عمل پیرا ہوں، اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے، ان سے اجتناب کریں۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۱۴۵)

یعنی ''اور ہم نے ان کے لیے تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، (اور یہ حکم دیا کہ) اب اس کو مضبوطی سے تھام لو، اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے بہترین احکام پر عمل کریں، میں عنقریب تم کو نافرمانوں کا گھر دکھادوں گا''۔

تختیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکامات درج تھے، جس طرح ہمارے سامنے کاغذوں پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے، اسی طرح تختیوں پر نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ تختیوں پر جو اللہ کے احکام موجود ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو، اس کی نافرمانی نہ کرو، بڑوں کا ادب کرو، پیغمبروں پر ایمان لاؤ، قیامت کو تسلیم کرو، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو قولاً اور فعلاً تکلیف نہ دو۔

اور ہر چیز کی تفصیل سے مراد یہ ہے کہ جو چیزیں ان کی ضرورت اور ان کے متعلق تھیں، وہ ان تختیوں

www.idaraghufran.org

میں موجود تھیں، یہ نہیں کہ دنیا کہ ساری چیزوں کی تفصیل تھی۔

نیز اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تورات کے تمام ہی احکام بہترین ہیں، ان پر عمل کرنا چاہیئے، اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جہاں تورات نے ایک کام کو جائز کہا ہو، لیکن دوسرے کام کو بہتر یا مستحب قرار دیا ہو، تو اللہ تعالیٰ کے شکر کا تقاضا یہ ہے کہ اس کام کو اختیار کرلیا جائے جس کو اس میں بہترین قرار دیا گیا ہے۔

اس آیت میں لفظ ''احسنھا'' استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب یا تو اس پر متنبہ فرمانا ہے کہ ان احکامات میں ''احسن'' کے سوا اور کچھ نہیں، یا یہ مطلب ہے کہ جو احکام دیئے گئے تھے، یوں تو سب فی حد ذاتہٖ ''حسن'' ہیں، مگر بعض، بعض سے احسن ہوتے ہیں، مثلاً ظالم سے بدلہ لینا جائز اور حسن ہے، لیکن صبر کرنا اور معاف کردینا عزیمت اور احسن ہے، گویا بنی اسرائیل کو اس پر آمادہ کرنا تھا کہ عزائم ومندوبات کے حاصل کرنے میں سعی کریں، اور اللہ کے کامل فرمانبردار بنیں، اور اگر نافرمانی کریں گے، تو انہیں نافرمانوں کا گھر دکھلا دیا جائے گا، یعنی آخرت میں دوزخ اور دنیا میں تباہی و رسوائی (تفسیر عثمانی) [1]

قرآن مجید کی سورہ قصص میں موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دینے کا ذکر ہے، جس کو لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت قرار دیا گیا ہے۔

---

[1] اور بعض حضرات نے نافرمانوں کے گھر سے شام یا مصر مراد لیا ہے، جو نافرمان عمالقہ یا فرعونیوں کا ملک تھا، اس صورت میں یہ آیت بنی اسرائیل کے لیے بشارت ہوگی کہ اگر پوری طرح فرمانبرداری کروگے، تو نافرمانوں کے ملک تم کو دے دیئے جائیں گے۔

وقوله فخذها بقوة أى بعزم على الطاعة وأمر قومک يأخذوا بأحسنها قال سفيان بن عيينة حدثنا أبو سعيد عن عكرمة عن ابن عباس قال أمر موسى عليه السلام أن يأخذ بأشد ما أمر قومه .

وقوله سأريكم دار الفاسقين أى سترون عاقبة من خالف أمرى وخرج عن طاعتى كيف يصير إلى الهلاک والدمار والتباب.

قال ابن جرير :وإنما قال سأريكم دار الفاسقين كما يقول القائل لمن يخاطبه سأريک غدا إلى ما يصير إليه حال من خالف أمرى على وجه التهديد والوعيد لمن عصاه وخالف أمره، ثم نقل معنى ذلک عن مجاهد والحسن البصرى وقيل معناه سأريكم دار الفاسقين أى: من أهل الشام وأعطيكم إياها وقيل: منازل قوم فرعون. والأول أولى والله أعلم لأن هذا بعد انفصال موسى وقومه عن بلاد مصر وهو خطاب لبنى إسرائيل قبل دخولهم التيه والله أعلم(تفسير ابنِ كثير، ج۳ص ۴۲۶، سورة الاعراف)

ومعنى بأحسنها أى بحسنها وكلها حسن كالقصاص والعفو والانتصار والصبر، فليأخذوا بما فيه الحسن والصواب، كقوله تعالى:واتبعوا أحسن ما أنزل إليكم من ربكم(التفسير المنير للزحيلى، ج۹ ص۸۵،سورة الاعراف)

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (سورة القصص، رقم الآية ۴۳)

یعنی ”ہم نے پچھلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو ایسی کتاب دی تھی، جو لوگوں کے لیے بصیرت کی باتوں پر مشتمل اور سراپا ہدایت و رحمت تھی، تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں“۔

”وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات کی تختیاں لکھی لکھائی، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے سپرد کی گئی تھی، انہی تختیوں کے مجموعہ کا نام تورات ہے۔ [1]

---

[1] ثم أخبر تعالى أنه كتب له فى الألواح من كل شىء موعظة وتفصيلا لكل شىء قيل كانت الألواح من جوهر وأن الله تعالى كتب له فيها مواعظ وأحكاما مفصلة مبينة للحلال والحرام وكانت هذه الألواح مشتملة على التوراة التى قال الله تعالى فيها:” ولقد آتينا موسى الكتاب من بعد ما أهلكنا القرون الأولى بصائر للناس“ وقيل الألواح أعطيها موسى قبل التوراة والله أعلم، وعلى كل تقدير فكانت كالتعويض له عما سأل من الرؤية ومنع منها والله أعلم(تفسير ابنِ كثير، ج۳ص ۴۲۶، سورة الاعراف)

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

گائے اور بھینس کا گوشت

گائے اور بھینس کا گوشت بہت طاقتور اور حرارت پیدا کرنے والی غذا ہے، مگر اسی کے ساتھ انسانی جسم کو ہر طرح کی غذا کی اعتدال کے ساتھ ضرورت ہے، اس لئے ایک صحت منداور معتدل مزاج انسان کو ہر طرح کی غذا اختیار کرنی چاہئے۔

ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ گوشت کے ساتھ کبھی کبھار سبزیاں، اور خاص طور پر لیس دار سبزیاں شامل کرلینی چاہئیں، اس طرح گوشت متوازن غذا بن جاتی ہے، کیونکہ گوشت کا عمومی مزاج خشک گرم ہے، اور کریلے کی قسم سے تعلق رکھنے والی چند سبزیوں کے علاوہ باقی لیس دار سبزیوں کا عمومی مزاج تر سرد ہے۔

اور گوشت کا اعتدال سے ہٹ کر ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا نقصان دہ ہے۔

بعض احادیث میں گائے کے گوشت، اس کے گھی اور دودھ کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

عَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ وَسُمْنَانِهَا، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُومَهَا فَإِنَّ أَلْبَانَهَا وَسُمْنَانَهَا دَوَاءٌ وَشِفَاءٌ وَلُحُومَهَا دَآءٌ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۲۳۲، کتاب الطب)

ترجمہ: تم گائے کا دودھ اور اس کا گھی استعمال کیا کرو، اور اس کے گوشت سے بچا کرو، کیونکہ اس کا دودھ اور گھی دوا اور شفا ہے، اور اس کا گوشت بیماری ہے (حاکم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَلْبَانَهَا أَوْ لَبَنَهَا شِفَاءٌ، وَسَمْنَهَا دَوَآءٌ، وَلَحْمَهَا أَوْ لُحُوْمَهَا دَاءٌ (شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث ۵۵۵۵ "باء")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس (یعنی گائے) کا دودھ شفاء ہے،

www.idaraghufran.org

اوراس کا گھی دوا ہے،اوراس کا گوشت بیماری ہے(بیہقی)

مذکورہ احادیث میں گائے کے دودھ کو شفاء، گائے کے گھی کو دواء اور گائے کے گوشت کو بیماری قراردیاہے۔

گائے کے گوشت کے بیماری ہونے کی محدثین اوراہلِ علم نے مختلف وجوہات بیان کی ہیں،مثلاً گائے کا گوشت دیرہضم ہوتا ہے،جسم میں خشکی پیدا کرتا ہے۔

گوشت پکاتے ہوئے کالی مرچ،ادرک،لہسن جیسے مصالحہ جات ضروراستعمال کرنے چاہئیں،اسی طرح گوشت کا مزاج کیونکہ خشک ہے،اس لئے گوشت کھانے کے بعد دوسرے وقت دودھ پینا بھی،گوشت کوہضم کرنے میں مددگارثابت ہوتا ہے۔

ماہرین نے گائے اور بھینس کے گوشت کا موازنہ کیا ہے،اوران دونوں کے گوشت کومزاج اور خواص کےلحاظ سےایک دوسرے سےمختلف قراردیاہے۔

چنانچہ ماہرین نے جوان بھینسا یا بھینس کے گوشت کوگائے کے گوشت کے مقابلے میں بہتر قراردیا ہے،کیونکہ ان میں پٹھوں کا تناسب زیادہ ہوتا ہےاور چربی کا تناسب کم ہوتا ہے،نیز جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ بھینس کے گوشت میں پی ایچ (یعنی تیزابیت کی مقدار) گائے کے گوشت میں پی ایچ (یعنی تیزابیت کی مقدار) سے کم ہے(Buffalo meat/Wikipedia)

بھینس/ بھینسا کی نسل کے جانور پانی میں رہنےکو پسند کرتے ہیں،جبکہ گائے/ بیل پانی میں رہنے سے بھاگتے ہیں،اسی وجہ سےانگریزی میں بھینس کوWater Buffalo بھی کہاجاتا ہے۔

بھینس کے گوشت کی چربی کی رنگت دودھیا سفید ہوتی ہے،جبکہ گائے کے گوشت کی چربی کی رنگت پیلی ہوتی ہے،نیز بھینس کا گوشت گہرے سرخ رنگ کا ہوتا ہے،اس وجہ سےاس کے گوشت کوسُرخ گوشت(Red Meat) بھی کہاجاتا ہے۔

بھینس میں اپنے بڑے سائز ہونے کی وجہ سے گائے سے زیادہ سخت ہڈیاں ہوتی ہیں،اوربھینسوں میں پٹھوں کی نشوونما غیرمعمولی ہوتی ہے،جس کی وجہ سےان کاوزن گائے کےمقابلہ میں کافی زیادہ ہوتا ہے۔

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 22/29 ذی الحجہ 1443ھ، اور 6/13/و20 محرم الحرام 1444ھ بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 24/ذی الحجہ 1443ھ، اور یکم/ 8/15/22 محرم الحرام 1444ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں، البتہ یکم محرم الحرام کی مجلس میں مفتی محمد یونس صاحب نے اہلِ مجلس سے خطاب کیا۔

□...... 23/ذی الحجہ بروز ہفتہ، عیدُ الاضحیٰ کی تعطیلات کے بعد ادارہ میں تعلیمی اور دیگر شعبہ جات کی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔

□...... 8/محرم الحرام بروز اتوار، ادارہ کے شعبہ ناظرہ بنین/بنات میں سہ ماہی امتحانات ہوئے، جو مختلف ممتحنین حضرات نے لیے۔

□...... 11/محرم الحرام بروز بدھ، شعبہ حفظ کے طلبہ کا مولانا محمد ریحان صاحب نے سہ ماہی امتحان لیا۔

□...... 15/محرم الحرام بروز اتوار، شعبہ حفظ کے طالبِ علم، حافظ محمد مؤذن صاحب کے تکمیلِ حفظ کے سلسلہ میں ایک دعائیہ تقریب منعقد ہوئی، تقریب کے بعد حافظ صاحب موصوف کے والدین کی طرف سے طلبہ واساتذہ کے لئے ظہرانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔

□...... 19/محرمُ الحرام (18/اگست) بروز جمعرات، تعمیرِ پاکستان سکول میں زیرِ تعلیم طلباء/طالبات کے والدین کے لئے ایک تربیتی ورکشاپ منعقد کی گئی، اس ورکشاپ میں سکول میں جاری نصابِ تعلیم اور دیگر سرگرمیوں کی اہمیت وافادیت پر لیکچر ہوا، طلباء/طالبات کی تعلیمی واخلاقی ترقی کے حوالہ سے والدین سے مشاورت ہوئی۔ اس موقع پر سکول کی طرف سے ضیافت کا اہتمام بھی کیا گیا۔

□...... 21/محرمُ الحرام (20/اگست) بروز ہفتہ، تعمیرِ پاکستان سکول میں PTM ہوئی، جس میں والدین نے ستمبر کے مہینے میں آنے والے امتحانات کا سلیبس اور ڈیٹ شیٹ سکول سے وصول کی۔